شرح چهل حدیث

امام مهدی

عجل الله تعالی فرجه الشریف

(ترجمه اردو)

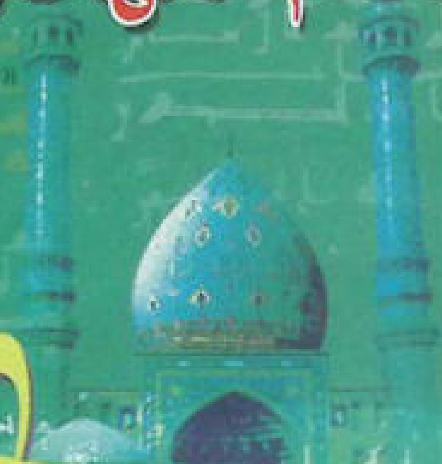

عجل علی ظهورک

تالیف : علی اصغر رضوانی

ترجمه : اقبال حیدر حیدری

شرح چہل حدیث

امام مہدی (عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف)

تالیف: علی اصغر رضوانی

ترجمہ: اقبال حیدر حیدری

maablib.org

رضوانی، علی اصغر،

شرح چہل حدیث امام مھدی (عج)/ تالیف علی اصغر رضوانی؛ ترجمہ اقبال حیدر حیدری۔ قم: انصاریان، ۲۰۰۷ء۔

۱۳۰ص۔

ISBN: 978-964-438-888-0

کتابنامہ بصورت زیرنویس۔ ستاں ص۱۹۔۲۰۔

۱۔ محمد بن حسن (عج)، امام دوازدہم، ۲۵۵ق۔ ۔ احادیث۔ ۲۔ اربعینات۔ قرن ۱۴۔ ۳۔ احادیث شیعہ ۔قرن ۱۴۔ الف۔ عنوان۔

BP۵۱/۶/ر۳ش

۲۹۷/۹۵۹

شرح چہل حدیث امام مھدی (عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف)

تالیف: علی اصغر رضوانی

ترجمہ: اقبال حیدر حیدری

پبلیشر: انصاریان پبلیکیشنز

طبع اول: ۲۰۰۷_۱۴۲۸_۱۳۸۶

چھاپخانہ: صدر

تعداد صفحات: ۱۳۰

تعداد: ۲۰۰۰

سائز: ۱۳۶ x ۲۱۰mm

ISBN: ۹۷۸_۹۶۴_۴۳۸_۸۸۸_۰

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

انصاریان پبلیکیشنز

پوسٹ بکس نمبر ۱۸۷

قم۔ جمہوری اسلامی ایران

فون نمبر: ۷۷۴۱۷۴۴   فیکس نمبر: ۷۷۴۲۶۴۷_۲۵۱_۰۰۹۸

Email: ansarian@noornet.net

www.ansariyan.org&www.ansariyan.net

بسم الله الرحمن الرحیم

فہرست عناوین

مقدمہ مترجم ۱۱
حدیث نمبر۱: اہل بیت علیہم السلام، مرکز حق ہیں ۱۷
شرح ۲۰
حدیث نمبر۲: امام زمانہ (ع) زمین والوں کے لئے امان ہیں ۲۰
شرح ۲۰
حدیث نمبر۳: فلسفۂ امامت اور صفات امام ۲۲
شرح: ۲۳
حدیث نمبر۴: فلسفۂ امامت ۲۵
شرح ۲۵
حدیث نمبر۵: علم امام کی قسمیں ۲۷
شرح ۲۸
حدیث نمبر۶: امام کا دائمی وجود ۳۰
شرح ۳۰

حدیث نمبر ۷: مشیت الٰہی اور رضائے اہل بیت علیہم السلام............۳۲
شرح..۳۳
حدیث نمبر ۸: نماز کے ذریعہ شیطان سے دوری..........................۳۵
شرح..۳۵
حدیث نمبر ۹: اول وقت نماز پڑھنا.......................................۳۷
شرح..۳۷
حدیث نمبر ۱۰: سجدۂ شکر...۴۰
شرح..۴۰
حدیث نمبر ۱۱: تسبیح خاک شفا کی فضیلت................................۴۳
شرح..۴۳
حدیث نمبر ۱۲: لوگوں کی حاجت روائی کرنا..............................۴۶
شرح..۴۶
حدیث نمبر ۱۳: استغفار، بخشش کا ذریعہ..................................۴۹
شرح..۴۹
حدیث نمبر ۱۴: ایک دوسرے کے حق میں استغفار کرنا.....................۵۱
شرح..۵۱
حدیث نمبر ۱۵: انسان کا امام غائب سے فیض حاصل کرنا..................۵۳
شرح..۵۳

حدیث نمبر۱۶: امام علیہ السلام کے ظہور میں تاخیر کی وجہ..................۵۷
شرح..................۵۸
حدیث نمبر۱۷: غیبت، منجملہ تقدیرات الٰہی میں سے ہے..................۶۰
شرح..................۶۰
حدیث نمبر۱۸: زمانہ غیبت میں فقہا کی طرف رجوع کرنا..................۶۲
شرح..................۶۲
حدیث نمبر۱۹: زکوٰۃ، نفس کو پاک کرنے والی ہے..................۶۴
شرح..................۶۴
حدیث نمبر۲۰: مالی واجبی حقوق کو ادا کرنے کا فائدہ تقویٰ ہیں..................۶۶
شرح..................۶۷
حدیث نمبر۲۱: تعجیل فرج [ظہور] کے لئے دعا..................۶۸
شرح..................۶۸
حدیث نمبر۲۲: شیعوں کی رعایت..................۷۰
شرح..................۷۰
حدیث نمبر۲۳: شیعوں سے بلاؤں کا دور کرنا..................۷۲
شرح..................۷۲
حدیث نمبر۲۴: دعا قبول ہونے کی امید..................۷۵
شرح..................۷۶

حدیث نمبر ۲۵: دوسروں کے مال کا احترام کرنا........۷۸

شرح........۷۸

حدیث نمبر ۲۶: حضرت زہراؑ، امام مہدی علیہ السلام کے لئے نمونہ........۸۰

شرح........۸۰

حدیث نمبر ۲۷: شک میں ڈالنے کی ممانعت........۸۳

شرح........۸۳

حدیث نمبر ۲۸: شک و شبہات میں مبتلا ہونا........۸۵

شرح........۸۵

حدیث نمبر ۲۹: امام زمانہ علیہ السلام کا انکار کرنے والوں کا حکم........۸۸

شرح........۸۸

حدیث نمبر ۳۰: امام زمانہ علیہ السلام کو اذیت پہنچانے والے........۹۰

شرح........۹۰

حدیث نمبر ۳۱: تکلف اور زحمت میں ڈالنے سے ممانعت........۹۲

شرح........۹۲

حدیث نمبر ۳۲: توحید کا اقرار اور غلو کی نفی........۹۴

شرح........۹۵

حدیث نمبر ۳۳: امام زمانہ علیہ السلام کی محبت........۹۷

شرح........۹۷

حدیث نمبر ۳۴: ہدف بعثت ۱۰۰
شرح ۱۰۱
حدیث نمبر ۳۵: درخواست حاجت کی کیفیت ۱۰۴
شرح ۱۰۴
حدیث نمبر ۳۶: سرانجام بخیر ہونا ۱۰۷
شرح ۱۰۷
حدیث نمبر ۳۷: باطل پر حق کی پیروزی ۱۱۰
شرح ۱۱۰
حدیث نمبر ۳۸: سنت پر عمل کرنا مودت کی بنیاد ہے ۱۱۳
شرح ۱۱۳
حدیث نمبر ۳۹: وقف کا حکم ۱۱۵
شرح ۱۱۶
حدیث نمبر ۴۰: حُسن عاقبت ۱۱۷
شرح ۱۱۷
فہرست منابع ۱۱۹

☆☆☆☆☆

maablib.org

مقدمہ مترجم

خداوند عالم نے ہمیشہ نوع بشر کی ہدایت کے لئے کوئی نہ کوئی انتظام کیا ہے، یہ ایک سنت الٰہی ہے اور سنت الٰہی میں کبھی تبدیلی نہیں آسکتی. جناب آدمؑ سے لے کر ختمی مرتبت حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک تمام انبیاء علیہم السلام انسان کی ہدایت کے لئے اس دنیا میں رنج والم اور مصائب برداشت کرتے رہے، اور جب یہ نبوت کا سلسلہ ختم ہونے لگا تو رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس ہدایت کے سلسلہ کو امامت کی شکل میں آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا:

"اِنّی تَارِکٌ فِیکُمُ الثَّقَلَیْنِ کِتَابَ اللّٰہِ وَ عِتْرَتِی؛ مَا اِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدِی اَبَداً ...".(۱)

"بے شک میں تمہارے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جارہا ہوں: ایک کتاب خدا اور دوسرے میری عترت، جب تک تم ان دونوں سے متمسک رہو گے میرے بعد ہرگز گمراہ نہیں ہوگے"۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے تھے کہ میرے بعد امت، گمراہی کا شکار

---

(۱) بحار الانوار، ج۲، ص۱۰۰.

ہو جائے گی لہٰذا اپنی امت کو گمراہی سے بچانے اور اس کی ہدایت کے لئے ایسا نسخہ پیش کیا جو حقیقت میں ہدایت کا ضامن ہے، مسلمانوں نے قرآن کو ظاہری طور پر لے لیا لیکن عترت رسول کو چھوڑ دیا جبکہ حدیث رسولؐ دونوں سے تمسک کا حکم دیتی ہے اور اسی صورت میں ہدایت ممکن ہے. حضرت علی علیہ السلام نے لوگوں کی لاکھ ہدایت کرنی چاہی لیکن ان کے دلوں میں بغض وحسد بھرا ہوا تھا، جس کی وجہ سے ان کی آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے تھے. آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بعد آنے والے ائمہ [علیہم السلام] کا نام بنام تعارف کرایا اور امام کی معرفت کے سلسلہ میں یہ مشہور و معروف حدیث ارشاد فرمائی، جسے شیعہ اور اہل سنت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کی ہے:

"مَنْ مَاتَ وَ لَمْ يَعْرِفْ إِمَامَ زَمَانِهِ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً."(۱)

"جو شخص اپنے زمانہ کے امام کی معرفت اور انھیں پہچانے بغیر مرجائے تو اس کی موت جاہلیت [کفر] کی موت ہوگی"۔

اس سلسلہ امامت کی آخری کڑی حضرت امام مہدی علیہ السلام ہیں، جو دنیا کی ہدایت کرتے ہیں، لیکن آج ہمارے امام ہماری نظروں سے غائب ہیں، ہم اسی امام کے ظہور کے منتظر رہتے ہیں اور جمعہ کے دن دعائے ندبہ میں امام علیہ السلام کے فراق میں مزید آنسو بہاتے ہیں۔

---

(۱) بحار الانوار، ج ۵۱، ح ۷، ص ۱۶۰.

لیکن امام علیہ السلام کی صحیح معرفت کے بغیر راہ انتظار کو طے کرنا ممکن نہیں ہے، لہٰذا امام مہدی علیہ السلام کے اسم گرامی اور نسب کی شناخت کے علاوہ ان کی عظمت اور ان کے رتبہ کی کافی مقدار میں شناخت بھی ضروری ہے۔

''ابونصر'' امام حسن عسکری علیہ السلام کے خادم: امام مہدی علیہ السلام کی غیبت سے پہلے امام عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے، امام مہدی علیہ السلام نے ان سے سوال کیا: کیا مجھے پہچانتے ہو؟ انھوں نے جواب دیا: جی ہاں، آپ میرے مولا وآقا اور میرے مولا وآقا کے فرزند ہیں! امام علیہ السلام نے فرمایا: میرا مقصد ایسی پہچان نہیں ہے!؟ ابونصر نے عرض کی: آپ ہی فرمائیں کہ آپ کا مقصد کیا تھا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:

''میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری جانشین ہوں، اور خداوند عالم میری (برکت کی) وجہ سے ہمارے خاندان اور ہمارے شیعوں سے بلاؤں کو دور فرماتا ہے''۔(۱)

لہٰذا ہماری ذمہ داری ہے کہ اپنے امام کی شخصیت اور صفات کو اچھی طرح پہچانیں تاکہ ہم آپ کے حقیقی انتظار کرنے والوں میں شمار ہوں۔

---

(۱) کمال الدین، ج۲، باب ۴۳، ح۱۲، ص۱۷۱۔

ممکن ہے بعض لوگوں کے ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہو کہ کس طرح ایک انسان کی اتنی طولانی عمر ہو سکتی ہے؟!(۱)

اس سوال کی وجہ یہ ہے کہ آج کل کے زمانہ میں عام طور پر ۸۰ سے ۱۰۰ سال کی عمر ہوتی ہے، لہٰذا ایسی عمر کو دیکھنے اور سننے کے باوجود اتنی طولانی عمر پر یقین کس طرح کرے، ورنہ تو طولانی عمر کا مسئلہ عقل اور سائنس کے لحاظ سے بھی کوئی ناممکن بات نہیں ہے، دانشوروں نے انسانی بدن کے اعضا کی تحقیقات اور جائزے سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ انسان بہت زیادہ طولانی عمر پا سکتا ہے، یہاں تک کہ اس کو بڑھاپے اور ضعیفی کا احساس تک نہ ہو۔

چنانچہ برنارڈ شو نامی دانشور کا کہنا ہے:

''ماہرین اور دانشوروں کے نزدیک یہ ایک مسلم الثبوت حقیقت ہے کہ انسان کی عمر کے لئے کوئی حد معین نہیں کی جا سکتی، یہاں تک کہ طول عمر کے لئے بھی کوئی حد معین نہیں ہو سکتی''۔(۲)

اسی طرح پروفیسر ''اٹنگر'' کا کہنا ہے:

''ہماری نظر میں عصر حاضر کی ترقی اور ہمارے شروع کئے کام کے پیش

(۱) اس وقت ۱۴۲۷ ہجری قمری ہے اور چونکہ امام زمانہ علیہ السلام کی تاریخ پیدائش ۲۵۵ ہجری قمری ہے لہٰذا اس وقت آپ کی عمر مبارک ۱۱۷۲ سال ہے۔

(۲) راز طول عمر امام زمان علیہ السلام، علی اکبر مہدی پور ص ۱۳۔

نظر اکسویں صدی کے لوگ ہزاروں سال زندگی بسر کرسکتے ہیں"۔(۱)

قارئین کرام! مذکورہ دانشوروں کے نظریہ سے یہ بات معلوم ہوجاتی ہے کہ انسان ہزاروں سال زندگی بسر کرسکتا ہے، دوسری طرف ہم اس خدا کو مانتے ہیں جو ہر چیز پر قادر ہے، لہٰذا اس کی قدرت کے پیش نظر تقریباً ۱۱سو سال سے زیادہ عمر گزار لینا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔

خداوند عالم ہمیں امام زمانہ علیہ السلام کی صحیح معرفت حاصل کرنے اور آپ کی غیبت کے زمانہ میں اپنے فرائض پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین یارب العالمین)

رَبَّنا تَقَبَّل مِنَّا اِنَّکَ اَنتَ السَّمِیعُ العَلِیم.

اقبال حیدر حیدری

حوزہ علمیہ قم۔ایران

ihh2001@yahoo.com

maablib.org

(۱) مجلہ دانشمند، سال ۶، ش ۶، ص ۱۴۷.

حدیث نمبر ۱:

اہل بیت علیہم السلام، مرکز حق ہیں

﴿الْحَقُّ مَعَنَا فَلَنْ يُوحِشَنَا مَنْ قَعَدَ عَنَّا، وَ نَحْنُ صَنَائِعُ رَبِّنَا، وَالْخَلْقُ بَعْدُ صَنَائِعُنَا﴾(۱)

''حق، ہم اہل بیت [علیہم السلام] کے ساتھ ہے، کچھ لوگوں کا ہم سے جدا ہونا ہمارے لئے وحشت کا سبب نہیں ہے، کیونکہ ہم پروردگار کے تربیت یافتہ ہیں، اور دوسری تمام مخلوق ہماری تربیت یافتہ ہیں''۔

شرح

اس حدیث مبارک کو شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے معتبر سند کے ساتھ ابو عمرو عمری سے امام مہدی (عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) سے نقل کیا ہے۔ امام علیہ السلام نے حدیث کے اس فقرہ میں تین نکات کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

۱۔ مکمل حق وحقیقت، اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ ہے۔

توجہ رہے کہ "الحق معنا" کا جملہ "أھل البیت مع الحق" کے جملہ سے

---

(۱) الغیبۃ، شیخ طوسی، ص ۲۸۵، ح ۲۴۵؛ احتجاج، ج ۲، ص ۴۶۸؛ بحارالانوار، ج ۵۳، ص ۱۷۸، ح ۹۔

الگ ہے؛ کیونکہ پہلے جملہ کا مفہوم یہ ہے کہ اہل بیت علیہم السلام حق و باطل کے تشخص کا بنیادی معیار ہیں، اور حق و باطل کی ایک دوسرے سے پہچان کے لئے اہل بیت علیہم السلام کی سیرت و کردار کی طرف رجوع کیا جائے، برخلاف دوسرے جملہ کے، [کیونکہ دوسرے جملہ کے معنی یہ ہیں کہ اہل بیت علیہم السلام حق کے ساتھ ہیں] اور یہی [پہلے] معنی حدیث "علیّ مع الحقّ والحق مع علیّ" (۱) سے بھی حاصل ہوتے ہیں۔

۲۔ جس کے ساتھ حق ہو تو اسے دوسروں کی روگردانی اور اپنی تنہائی سے خوف زدہ نہیں ہونا چاہئے، اور اپنے ساتھیوں کی کم تعداد یا کثیر تعداد پر توجہ نہیں کرنی چاہئے۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ہشام سے فرمایا:

"اے ہشام! اگر تمہارے ہاتھ میں اخروٹ ہو اور سب لوگ یہ کہیں کہ تمہارے ہاتھ میں دُرّ ہے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے؛ کیونکہ تم جانتے ہو کہ تمہارے ہاتھ میں اخروٹ ہے، اور اگر تمہارے ہاتھ میں دُرّ ہو اور لوگ کہیں کہ تمہارے ہاتھ میں اخروٹ ہے تو اس میں تمہارا کوئی نقصان نہیں ہے؛ کیونکہ تم جانتے ہو کہ تمہارے ہاتھ میں دُرّ ہے"۔(۲)

---

(۱) احتجاج، ج۱، ص۹۷، بحار الانوار، ج۲۹، ص۳۴۳، ح۱۱۔

(۲) تحف العقول، ص۳۸۶؛ بحار الانوار، ج۷۵، ص۳۰۰، ح۱۔

اسی طرح حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

''راہ [حق و] ہدایت میں لوگوں کی کم تعداد سے نہ گھبراؤ''(۱)

۳۔ اس حدیث کے تیسرے جملہ میں جو چیز بیان ہوئی ہے اس کی مختلف تفسیریں بیان کی گئی ہیں جن کو یکجا جمع کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، ہم ذیل میں ان کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

الف۔ بے شک اہل بیت علیہم السلام عقائد اور دینی اعمال میں لوگوں کے محتاج نہیں ہیں، اور جو کچھ خداوند عالم کی طرف سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا ہے وہ ان حضرات کے لئے کافی ہے، جبکہ امت ان تمام چیزوں میں اہل بیت علیہم السلام کی محتاج ہے، اور صرف قرآن وسنت ان کے لئے کافی نہیں ہے، نیز اہل بیت علیہم السلام کی طرف رجوع کئے بغیر امت گمراہ اور ہلاک ہے۔

ب۔ اہل بیت علیہم السلام پر خداوند عالم کی نعمتیں براہ راست اور بغیر کسی واسطہ کے نازل ہوتی ہیں، اور جب خداوند عالم دوسرے لوگوں پر اپنی نعمتیں نازل کرتا ہے تو وہ اہل بیت علیہم السلام کے واسطہ کے بغیر نہیں ہوتیں۔

☆☆☆☆☆

(۱) نہج البلاغہ، حکمت ۲۰۱؛ بحار الانوار، ج ۶۳، ص ۱۵۸، ح ۱۔

حدیث نمبر ۲:

امام زمانہ (ع) زمین والوں کے لئے امان ہیں

﴿اِنّی لَاَمانٌ لِاَهلِ الاَرضِ کَمَا اَنَّ النُّجُومَ اَمَانٌ لِاَهلِ السَّمَاءِ﴾(۱)

''بے شک میں اہل زمین کے لئے امن و سلامتی ہوں، جیسا کہ ستارے آسمان والوں کے لئے امان کا باعث ہیں''۔

شرح

یہ کلام حضرت امام مہدی عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف کے اس جواب کا ایک حصہ ہے جس کو امام علیہ السلام نے اسحاق بن یعقوب کے جواب میں لکھا ہے، اسحاق نے اس خط میں امام علیہ السلام سے غیبت کی وجہ کے بارے میں سوال کیا تھا. امام علیہ السلام نے غیبت کی علت بیان کرنے کے بعد اس نکتہ کی طرف اشارہ فرمایا کہ غیبت کے زمانہ میں امام کا وجود بے فائدہ نہیں ہے، وجود امام کے فوائد میں سے

(۱) کمال الدین، ج ۲، ص ۴۸۵، ح ۱۰؛ الغیبۃ، شیخ طوسی، ص ۲۹۲، ح ۲۴۷؛ احتجاج، ج ۲، ص ۴۸۴؛ اعلام الوری، ج ۲، ص ۲۷۲، کشف الغمۃ، ج ۳، ص ۳۴۰، الخرائج والجرائح، ج ۳، ص ۱۱۱۵، بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۱۸۱، ح ۱۰.

ایک ادنیٰ فائدہ یہ ہے کہ امام زمین والوں کے لئے باعث امن وامان ہیں، جیسا کہ ستارے آسمان والوں کے لئے امن وسلامتی کا ذریعہ ہوتے ہیں. دوسری صحیح روایات میں اسی مضمون کی طرف اشارہ ہوا ہے. جیسا کہ اُن روایات میں بیان ہوا ہے: اگر زمین پر حجت [خدا] نہ ہو تو زمین اور اس پر بسنے والے مضطرب اور تباہ و برباد ہو جائیں۔

امام زمانہ علیہ السلام کو اہل زمین کے لئے امن وامان سے اس طرح تشبیہ دینا جس طرح ستارے اہل آسمان کے لئے امن وامان ہوتے ہیں؛ اس سلسلہ میں شباہت کی چند چیزیں پائی جاتی ہیں جن میں سے دو چیزوں کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے:

۱۔ جس طرح تخلیقی لحاظ سے ستاروں کا وجود اوران کو ان کی جگہوں پر رکھنے کی حالت اور کیفیت، تمام ذرات، سیارات اور کہکشاؤں کے لئے امن وامان اور آرام کا سبب ہے، زمین والوں کے لئے امام زمانہ علیہ السلام کا وجود بھی اسی طرح ہے۔

۲۔ جس طرح ستاروں کے ذریعہ شیاطین آسمانوں سے بھگائے گئے ہیں اور اہل آسمان منجملہ ملائکہ کے امان وآرام کا سامان فراہم ہوا ہے اسی طرح حضرت امام زمانہ علیہ السلام کا وجود، تخلیقی اور تشریعی لحاظ سے اہل زمین سے، مخصوصاً انسانوں سے شیطان کو دور بھگانے کا سبب ہے۔

☆☆☆☆☆

حدیث نمبر۳:

فلسفۂ امامت اور صفات امام

﴿أَحْيىٰ بِهِمْ دِينَهُ، وَأَتَمَّ بِهِمْ نُورَهُ، وَجَعَلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ إِخْوَانِهِمْ وَبَنِي عَمِّهِمْ وَالْأَدْنَيْنَ فَالْأَدْنَيْنَ مِنْ ذَوِي أَرْحَامِهِمْ فُرْقَاناً بَيِّناً يُعْرَفُ بِهِ الْحُجَّةُ مِنَ الْمَحْجُوجِ، وَالْإِمَامُ مِنَ الْمَأْمُومِ، بِأَنْ عَصَمَهُمْ مِنَ الذُّنُوبِ، وَ بَرَّأَهُمْ مِنَ الْعُيُوبِ، وَ طَهَّرَهُمْ مِنَ الدَّنَسِ، وَنَزَّهَهُمْ مِنَ اللُّبْسِ، وَجَعَلَهُمْ خُزَّانَ عِلْمِهِ، وَ مُسْتَوْدَعَ حِكْمَتِهِ، وَمَوْضِعَ سِرِّهِ، وَ أَيَّدَهُمْ بِالدَّلَائِلِ، وَلَوْلَا ذٰلِكَ لَكَانَ النَّاسُ عَلىٰ سَوَاءٍ، وَ لَادَّعىٰ أَمْرَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ كُلُّ أَحَدٍ، وَ لَمَا عُرِفَ الْحَقُّ مِنَ الْبَاطِلِ، وَ لَا الْعَالِمُ مِنَ

الْجَاهِلِ. (۱)

''اوصیائے [الٰہی] وہ افراد ہیں جن کے ذریعہ خداوند عالم اپنے دین کو زندہ رکھتا ہے، ان کے ذریعہ اپنے نور کو مکمل طور پر نشر کرتا ہے، خداوندعالم نے ان کے اور ان کے [حقیقی] بھائیوں، چچا زاد [بھائیوں] اور دیگر رشتہ داروں کے درمیان واضح فرق رکھا ہے کہ جس کے ذریعہ حجت اور غیر حجت نیز امام اور ماموم کے درمیان پہچان ہوجائے. اور وہ واضح فرق یہ ہے کہ اوصیائے الٰہی کو خداوندعالم گناہوں سے محفوظ رکھتا ہے اوران کو ہر عیب سے منزہ، برائیوں سے پاک اور خطاؤں سے دور رکھتا ہے، خداوندعالم نے ان کوعلم وحکمت کا خزانہ داراور اپنے اسرار کا رازدار قرار دیا ہے اور دلیلوں کے ذریعہ ان کی تائید کرتا ہے. اگر یہ نہ ہوتے تو پھر تمام لوگ ایک جیسے ہوجاتے، اور کوئی بھی امامت کا دعویٰ کر بیٹھتا، اس صورت میں حق و باطل اور عالم وجاہل میں تمیزنہ ہو پاتی''۔

شرح:

یہ کلمات امام مہدی علیہ السلام نے احمد بن اسحاق کے خط کے جواب میں تحریر

(۱) الغیبۃ، طوسی، ص ۲۸۸، ح ۲۴۶، احتجاج، ج ۲، ص ۲۸۰، بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۱۹۴۔۱۹۵، ح ۲۱.

کئے ہیں، امام علیہ السلام چند نکات کی طرف اشارہ کرنے کے بعد امام اور امامت کی حقیقت اور شان کو بیان کرتے ہوئے امام کی چند خصوصیات بیان فرماتے ہیں، تاکہ ان کے ذریعہ حقیقی امام اور امامت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والوں کے درمیان تمیز ہو سکے:

۱۔ امام کے ذریعہ خدا کا دین زندہ ہوتا ہے؛ کیونکہ امام ہی اختلافات، فتنوں اور شبہات کے موقع پر حق کو باطل سے الگ کرتا ہے اور لوگوں کو حقیقی دین کی طرف ہدایت کرتا ہے۔

۲۔ نور خدا جو رسول خدا ﷺ سے شروع ہوتا ہے، امام کے ذریعہ تمام اور کامل ہوتا ہے۔

۳۔ خداوند عالم نے پیغمبر اکرم ﷺ کی ذرّیت میں امام کی پہچان کے لئے کچھ خاص صفات معین کئے ہیں، تاکہ لوگ امامت کے سلسلہ میں غلط فہمی کا شکار نہ ہوں، مخصوصا اس موقع پر جب ذرّیت رسولؐ کے بعض افراد امامت کا جھوٹا دعویٰ کریں. ان میں سے بعض خصوصیات کچھ اس طرح ہیں: گناہوں کے مقابلہ میں عصمت، عیوب سے پاکیزگی، برائیوں سے مبرّا اور خطا و لغزش سے پاکیزگی وغیرہ، اگر یہ خصوصیات نہ ہوتے تو پھر ہر کس و ناکس امامت کا دعویٰ کر دیتا، اور پھر حق و باطل میں کوئی فرق نہ ہوتا، جس کے نتیجہ میں دین الٰہی پوری دنیا پر حاکم نہ ہوتا۔

☆☆☆☆☆

maablib.org

حدیث نمبر۴:

فلسفۂ امامت

﴿أَوَ مَا رَأَيْتُمْ كَيْفَ جَعَلَ اللهُ لَكُمْ مَعَاقِلَ تَأْوُونَ إِلَيْهَا، وَ أَعْلَاماً تَهْتَدُونَ بِهَا مِنْ لَدُنْ آدَمَ (عليه السلام).﴾(۱)

"کیا تم نے نہیں دیکھا کہ خداوند عالم نے کس طرح تمہارے لئے پناہ گاہیں قرار دی ہیں تا کہ ان میں پناہ حاصل کرو، اور ایسی نشانیاں قرار دی ہیں جن کے ذریعہ ہدایت حاصل کرو، حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے آج تک"۔

شرح

یہ تحریر اس توقیع [۲] کا ایک حصہ ہے جس کو ابن ابی غانم قزوینی اور بعض شیعوں

(۱) الغیبۃ، شیخ طوسی، ص۲۸۶، ح۲۴۵؛ احتجاج، ج۲، ص۲۷۸؛ بحار الانوار، ج۵۳، ص۱۷۹، ح۹۔

[۲] توقیع، امام زمانہ علیہ السلام کے اس خط کو کہا جاتا ہے جس کو آپ نے کسی کے جواب میں بقلم خود تحریر کیا ہو۔ (مترجم)

کے درمیان ہونے والے اختلاف کی وجہ سے امام علیہ السلام نے تحریر فرمایا ہے، ابن ابی غانم کا عقیدہ یہ تھا کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے کسی کو اپنا جانشین مقرر نہیں کیا ہے، اور سلسلۂ امامت آپ ہی پر ختم ہوگیا ہے۔ شیعوں کی ایک جماعت نے حضرت امام مہدی علیہ السلام کو خط لکھا جس میں واقعہ کی تفصیل لکھی، جس کے جواب میں حضرت امام زمانہ علیہ السلام کی طرف سے ایک خط آیا، مذکورہ حدیث اسی خط کا ایک حصہ ہے۔

امام زمانہ علیہ السلام امامت، وصایت اور جانشینی میں شک وتردید سے دوری کرنے کے سلسلہ میں بہت زیادہ سفارش کرنے کے بعد فرماتے ہیں: وصایت کا سلسلہ ہمیشہ تاریخ کے مسلم اصول میں رہا ہے، اور جب تک انسان موجود ہے زمین حجت الٰہی سے خالی نہیں ہوگی، امام علیہ السلام نے مزید فرمایا:

"تاریخ کو دیکھو! کیا تم نے کسی ایسے زمانہ کو دیکھا ہے جو حجت خدا سے خالی ہو، اور اب تم اس سلسلہ میں اختلاف کرتے ہو"؟!

امام علیہ السلام نے حدیث کے اس سلسلہ میں امامت کے دو فائدے شمار کئے ہیں:

۱۔ امام، مشکلات اور پریشانیوں کے عالم میں ملجا و ماویٰ اور پناہ گاہ ہوتا ہے۔

۲۔ امام، لوگوں کو دین خدا کی طرف ہدایت کرتا ہے۔

کیونکہ امام معصوم علیہ السلام نہ صرف یہ کہ لوگوں کو دین اور شریعت الٰہی کی طرف ہدایت کرتے ہیں بلکہ مادی اور دنیوی مسائل میں ان کی مختلف پریشانیوں کو بھی دور کرتے ہیں۔

حدیث نمبر ۵:

علم امامؑ کی قسمیں

﴿عِلْمُنَا عَلَىٰ ثَلَاثَةِ أَوْجُهٍ: مَاضٍ وَغَابِرٍ وَحَادِثٍ، أَمَّا الْمَاضِي فَتَفْسِيرٌ، وَ أَمَّا الْغَابِرُ فَمَوْقُوفٌ، وَ أَمَّا الْحَادِثُ فَقَذْفٌ فِي الْقُلُوبِ، وَ نَقْرٌ فِي الْأَسْمَاعِ، وَهُوَ أَفْضَلُ عِلْمِنَا، وَ لَا نَبِيَّ بَعْدَ نَبِيِّنَا﴾(۱)

”ہم [اہل بیت] کے علم کی تین قسمیں ہوتی ہیں: گزشتہ کا علم، آئندہ کا علم اور حادث کا علم. گزشتہ کا علم تفسیر ہوتا ہے، آئندہ کا علم موقوف ہوتا ہے اور حادث کا علم دلوں میں بھرا جاتا اور کانوں میں زمزمہ ہوتا ہے. علم کا یہ حصہ ہمارا بہترین علم ہے اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی دوسرا رسول نہیں آئے گا“۔

(۱) دلائل الامامۃ، ص۵۲۴، ح۴۹۵، مدینۃ المعاجز، ج۸، ص۱۰۵، ح۲۷۰۲.

شرح

یہ الفاظ امام زمانہ علیہ السلام کے اس جواب کا ایک حصہ ہیں جس میں علی بن محمد سمری [علیہ الرحمہ] نے علم امام کے متعلق سوال کیا تھا۔

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ کتاب "مرآۃ العقول" میں ان تینوں علم کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

"علم ماضی سے وہ علم مراد ہے جس کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اہل بیت علیہم السلام سے بیان کیا ہے؛ نیز یہ علم ان علوم پر مشتمل ہے جو گزشتہ انبیاء علیہم السلام اور گزشتہ امتوں کے واقعات کے بارے میں ہیں اور جو حوادثات ان کے لئے پیش آئے ہیں اور کائنات کی خلقت کی ابتداء اور گزشتہ چیزوں کی شروعات کے بارے میں ہیں۔

علم "غابر" سے مراد آئندہ پیش آنے والے واقعات ہیں؛ کیونکہ غابر کے معنی "باقی" کے ہیں، غابر سے مراد وہ یقینی خبریں ہیں جو کائنات کے مستقبل سے متعلق ہیں، اسی وجہ سے امام علیہ السلام نے اس کو "موقوفہ" کے عنوان سے یاد کیا ہے جو علوم کائنات کے مستقبل سے تعلق رکھتے ہیں وہ اہل بیت علیہم السلام سے مخصوص ہیں، موقوف یعنی "مخصوص"۔

"علم حادث" سے مراد وہ علم ہے جو موجودات اور حالات کے ساتھ

ساتھ بدلتا رہتا ہے، یا مجمل چیزوں کی تفصیل مراد ہے... "قَذْفٌ فِي الْقُلُوبِ"، سے خداوند عالم کی طرف سے عطا ہونے والا وہ الہام مراد ہے جو کسی فرشتہ کے بغیر حاصل ہوا ہو۔

"نَقْرٌ فِي الْأَسْمَاعِ"، سے وہ الٰہی الہام مراد ہے جو کسی فرشتہ کے ذریعہ حاصل ہوا ہو۔

تیسری قسم کی افضلیت کی دلیل یہ ہے کہ الہام (چاہے بالواسطہ ہو یا بلا واسطہ) اہل بیت علیہم السلام سے مخصوص ہے۔

الٰہی الہام کی دعا کے بعد ممکن ہے کوئی انسان [ائمہ علیہم السلام کے بارے میں] نبی ہونے کا گمان کرے، اسی وجہ سے امام زمانہ علیہ السلام نے آخر میں اس نکتہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ پیغمبر اکرم(ص) کے بعد کوئی پیغمبر نہیں آئے گا"۔(۱)

☆☆☆☆☆

(۱) دیکھئے: مرآۃ العقول، ج۳، ص۱۳۶تا۱۳۷۔

حدیث نمبر ٦:

امام کا دائمی وجود

﴿أَنَّ الْأَرْضَ لَا تَخْلُو مِنْ حُجَّةٍ ، إِمَّا ظَاهِراً وَ إِمَّا مَغْمُوراً﴾(۱)

"بے شک زمین کبھی بھی حجت خدا سے خالی نہیں رہے گی، چاہے وہ حجت ظاہر ہو یا پردۂ غیب میں"۔

شرح

یہ حدیث امام مہدی علیہ السلام کی اس توقیع کا ایک حصہ ہے جو آپ نے عثمان بن سعید عمری اور ان کے فرزند محمد کے لئے تحریر فرمائی ہے۔ امام علیہ السلام بہت زیادہ تاکیدوں کے بعد ایک مطلب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: روئے زمین پر ہمیشہ حجت خدا کا ہونا ضروری ہے اور کبھی بھی کسی ایسے لحہ کا تصور نہیں کیا جا سکتا جو امام معصوم کے وجود سے خالی ہو۔

انسان اور دیگر موجودات کے لئے امام کی ضرورت بالکل اسی طرح ہے جیسے

(۱) کمال الدین، ج ۲، ص ۵۱۱، ح ۴۲، الخرائج والجرائح، ج ۳، ص ۱۱۱۰، ح ۲۶، بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۱۹۱، ح ۱۹۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ضرورت ہے. معصوم شخصیت کی ضرورت (چاہے پیغمبر ہوں یا امام) مختلف نظریات سے قابل تحقیق ہے. ان میں سے ایک یہ ہے کہ خدا کی طرف سے قوانین کا ہونا اور اس کی تفسیر معصوم کے ذریعہ ہونا ضروری ہے. علم کلام کی کتابوں میں عقلی دلائل کے ساتھ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ انسان کو اپنی دنیوی زندگی کی بھلائی اور آخرت میں سعادت و کامیابی حاصل کرنے کے لئے رسول کی ضرورت ہے، انسان کے لئے دین اور اس کی صحیح تفسیر کی ضرورت جاودانی ہے. پیغمبر اسلام (ص) دین اسلام کو خدا کے آخری دین کے عنوان سے لے کر آئے اور آپ نے تمام احکام و مسائل کو واضح کیا. پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد کے زمانہ کے لئے بھی انھیں عقلی دلائل کے ذریعہ ایسی شخصیات کا ہونا ضروری ہے جو علم اور عصمت وغیرہ میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مثل ہوں. اور ایسی شخصیتیں ائمہ معصومین علیہم السلام کے علاوہ کوئی نہیں ہیں۔

امام زمانہ علیہ السلام اس اہم نکتہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ اس وجہ سے کہ لوگ حق کو قبول کرنے میں سستی اور کم توجہی کا شکار ہیں، ایسا نہیں ہے کہ تمام ائمہ [علیہم السلام] حکومت تک پہنچ جائیں یا لوگوں کے درمیان حاضر رہیں، جیسا کہ گزشتہ انبیاء اور اوصیائے الٰہی حکومت تک نہیں پہنچ پائے ہیں اور ان میں سے بعض حضرات ایک مدت تک غیبت کی زندگی بسر کرتے رہے ہیں۔

☆☆☆☆☆

حدیث نمبر ۷:

مشیت الٰہی اور رضائے اہل بیت علیہم السلام

﴿قُلُوبُنَا أَوعِيَةٌ لِمَشِيَّةِ اللهِ، فَإِذَا شَاءَ اللهُ شِئنَا، وَاللهُ يَقُولُ: ﴿وَ مَا تَشَاؤُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللهُ﴾﴾(۱، ۲)

''ہمارے دل مشیت الٰہی کے لئے ظرف ہیں، اگر خداوند عالم کسی چیز کا ارادہ کرے اور اس کو چاہے تو ہم بھی اسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں اور اسی کو چاہتے ہیں. کیونکہ خداوند عالم کا ارشاد ہے: ''تم نہیں چاہتے مگر وہی چیز جس کا خدا ارادہ کرے''۔

(۱) سورہ تکویر، آیت ۲۹.

(۲) الغیبۃ، طوسی، ص ۲۴۷، ح ۲۱۶، الہدایۃ الکبری، ص ۳۵۹، کشف الغمۃ، ج ۳، ص ۳۰۳، الخرائج والجرائح، ج ۱، ص ۴۵۹، دلائل الامامۃ، ص ۵۰۶، بحار الانوار، ج ۲۵، ص ۳۳۷، ح ۱۶.

شرح

امام زمانہ علیہ السلام اس کلام میں "مقصرہ"(۱) و "مفوضہ"(۲) کی تردید کرتے ہوئے کامل بن ابراہیم سے خطاب فرماتے ہیں:

''وہ لوگ جھوٹ کہتے ہیں، بلکہ ہمارے دل رضائے الٰہی کے ظرف ہیں، جو وہ چاہتا ہے ہم بھی وہی چاہتے ہیں، اور ہم رضائے الٰہی کے مقابل مستقل طور پر کوئی ارادہ نہیں کرتے''۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ایک حدیث کے ضمن میں بیان فرمایا ہے:

''بے شک خداوند عالم نے ائمہ [علیہم السلام] کے دلوں کو اپنے ارادہ کا راستہ قرار دیا ہے؛ پس جب بھی خداوند عالم کسی چیز کا ارادہ کرے، ائمہ بھی اسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں، اور یہ خداوند عالم کا فرمان ہے:

''تم نہیں چاہتے مگر وہی جس کا خداوند عالم ارادہ کرے''۔(۳)

امام مہدی علیہ السلام کی اس حدیث سے متعدد نکات معلوم ہوتے ہیں جن

(۱) "مقصرہ" سے مراد وہ لوگ ہیں جو اہل بیت علیہم السلام کے لئے ولایت الٰہی میں سے کسی شئے کو بالکل نہیں مانتے.

(۲) "مفوضہ" سے مسلمانوں کا وہ گروہ مراد ہے جن کا عقیدہ یہ ہے کہ خداوند عالم نے کائنات کو خلق کرنے کے بعد اپنے ارادہ کو ائمہ کے حوالہ کر دیا ہے، ائمہ جس طرح چاہیں اس کائنات میں دخل و تصرف کر سکتے ہیں.

(۳) تفسیر علی بن ابراہیم، ج۲، ص۴۰۹، بصائر الدرجات، ص۵۱۷، ح۴۷، بحار الانوار، ج۵، ص۱۱۴، ح۴۴.

میں سے چند نکات کی طرف ذیل میں اشارہ کیا جاتا ہے:

۱۔ دل، خداوند عالم یا شیطان کے ارادوں کا ظرف ہوتا ہے۔

۲۔ ائمہ علیہم السلام معصوم ہیں؛ کیونکہ ان حضرات کا ارادہ وہی خداوند عالم کا ارادہ ہوتا ہے، اور جن کی ذات ایسی ہو تو ایسی ذات ہی صاحب عصمت ہوتی ہے۔

۳۔ اہل بیت علیہم السلام کا ارادہ خداوند عالم کے ارادہ پر مقدم نہیں ہوتا، نیز خدا کے ارادہ سے مؤخر بھی نہیں ہوتا لہٰذا اہل بیت علیہم السلام کی بہ نسبت ہمارا رویہ بھی اسی طرح ہونا چاہئے۔

۴۔ جب تک خداوند عالم کسی چیز کا ارادہ نہ کرے اہل بیت علیہم السلام بھی اس چیز کا ارادہ نہیں کرتے۔

☆☆☆☆☆

maablib.org

حدیث نمبر۸:

نماز کے ذریعہ شیطان سے دوری

﴿مَا أَرْغَمَ أَنْفَ الشَّيْطَانِ أَفْضَلُ مِنَ الصَّلَاةِ، فَصَلِّهَا وَأَرْغِمْ أَنْفَ الشَّيْطَانِ﴾(۱)

''نماز کی طرح کوئی بھی چیز شیطان کی ناک کو زمین پر نہیں رگڑتی، لہٰذا نماز پڑھو اور شیطان کی ناک زمین پر رگڑ دو''۔

شرح

یہ کلام امام زمانہ علیہ السلام نے ابوالحسن جعفر بن محمد اسدی کے سوالات کے جواب میں ارشاد فرمایا۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین پر شیطان کی ناک رگڑنے (یعنی شیطان پر غلبہ حاصل کرنے) کے لئے بہت سے اسباب پائے جاتے ہیں جس میں سب سے اہم سبب نماز ہے؛ کیونکہ نماز مخلوق سے بے توجہ اور

(۱) کمال الدین، ج ۲، ص ۵۲۰، ح ۴۹، فقیہ، ج ۱، ص ۴۹۸، ح ۱۴۲۷، تہذیب الاحکام، ج ۲، ص ۱۷۵، ح ۱۵۵، الاستبصار، ج ۱، ص ۲۹۱، ح ۱۰، الغیبۃ، طوسی، ص ۲۹۶، ح ۲۵۰، احتجاج، ج ۲، ص ۴۹۸، بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۱۸۲، ح ۱۱، وسائل الشیعہ، ج ۴، ص ۲۳۶، ح ۵۰۲۳۔

خداوندعالم کی طرف مکمل توجہ اور اس کی یاد و ذکر کا نام ہے جیسا کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

﴿اَقِمِ الصَّلاةَ لِذِكْرِي﴾(۱)

''میرے ذکر کے لئے نماز قائم کرو''۔

وہ نماز جو ایسی ہو کہ انسان کو فحشاء اور برائیوں سے روکتی ہو، جس کے نتیجہ میں انسان ہوائے نفس اور شیطان پر غالب ہو جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆

(۱) سورہ طہٰ آیت ۱۴۔

maablib.org

حدیث نمبر۹:

اول وقت نماز پڑھنا

﴿مَلْعُونٌ مَلْعُونٌ مَنْ أَخَّرَ الْغَدَاةَ إِلَىٰ أَنْ تَنْقَضِيَ النُّجُومُ﴾(۱)

''معلون ہے ملعون ہے وہ شخص جو نماز صبح میں (جان بوجھ کر) اتنی تاخیر کرے جس کی وجہ سے [آسمان کے] ستارے ڈوب جائیں''۔

شرح

یہ حدیث امام مہدی علیہ السلام کی اس توقیع کا ایک حصہ ہے جس کو محمد بن یعقوب کے سوال کے جواب میں تحریر فرمایا ہے. امام زمانہ علیہ السلام نے اس توقیع میں اول وقت نماز پڑھنے پر بہت زیادہ تاکید فرمائی ہے، اور جو لوگ نماز صبح کو اجالا ہونے اور ستاروں کے غروب ہونے تک ٹالتے رہتے ہیں، ان پر امام علیہ السلام نے لعنت کی ہے۔

---

(۱) الغیبۃ، طوسی، ص ۲۷۱، ح ۲۳۶، احتجاج، ج ۲، ص ۲۹۸، بحار الانوار، ج ۵۲، ص ۱۶، ح ۱۲، وسائل الشیعۃ، ج ۳، ص ۲۰۱، ح ۳۹۱۹۔

اس حدیث اور دوسری احادیث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ نماز کے تین وقت ہوتے ہیں:

۱۔ فضیلت کا وقت: فضیلت کا وقت وہی نماز کا اول وقت ہے، جس کو روایات میں ''رضوان اللہ'' [یعنی خوشنودی خدا] سے تعبیر کیا گیا ہے اور یہی نماز کا بہترین وقت ہوتا ہے؛ کیونکہ:

الف) اس وقت میں خداوند عالم کی طرف سے نماز بجالانے کا حکم صادر ہوا ہے اور احکام الٰہی کو جتنی جلدی ممکن ہو سکے انجام دینا مطلوب [اور پسندیدہ] ہے۔

ب) نماز، در حقیقت ایک محدود موجود اور بالکل محتاج وجود کا لامحدود موجود سے رابطہ اور خدا سے فیضیاب ہونے کا نام ہے، اور یہ انسان کے فائدے کے لئے ہے جس میں جلدی کرنا مطلوب [اور پسندیدہ] ہے۔

ج) امام زمانہ علیہ السلام اول وقت نماز پڑھتے ہیں، اور جو لوگ اس موقع پر نماز پڑھتے ہیں تو خداوند عالم امام زمانہ علیہ السلام کی برکت سے ان کی نماز کو بھی قبول کرلیتا ہے؛ البتہ تمام افق کا اختلاف اس سلسلہ میں اہمیت نہیں رکھتا؛ دوسرے لفظوں میں یہ کہا جائے کہ ایک وقت پر نماز پڑھنا مراد نہیں ہے بلکہ ایک عنوان کے تحت ''یعنی اول وقت نماز ادا کرنا'' مراد ہے، البتہ ہر شخص اپنے افق کے لحاظ سے اول وقت نماز پڑھے۔

۲۔ آخر وقت: جس کو روایت میں ''غفران اللہ'' [یعنی خدا کی بخشش] سے تعبیر کیا گیا ہے، نماز کے اول وقت سے آخر وقت تک تاخیر کرنے کے سلسلہ میں مذمت

وارد ہوئی ہے؛ لہٰذا امام زمانہ علیہ السلام ایسے شخص پر لعنت کرتے ہیں اور اس کو رحمت خدا سے دور جانتے ہیں۔

ایک دوسری روایت میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے بیان ہوا ہے:

''اول وقت پر نماز پڑھنا خوشنودی خدا کا باعث اور آخر وقت میں نماز ادا کرنا ایسا گناہ ہے کہ جسے خداوند عالم معاف کر دیتا ہے''۔(۱)

۳۔ خارج وقت: نماز کا وقت گزرنے کے بعد نماز پڑھنا جس کو اصطلاح میں ''قضا'' کہا جاتا ہے. اگر کوئی شخص نماز کو وقت کے اندر نہ پڑھ سکے، تو پھر اس کی قضا بجالانے کا حکم ہوا ہے؛ اور یہ نماز ایک جدید حکم کی بنا پر ہوتی ہے. حالانکہ اگر کوئی شخص جان بوجھ کر آخر وقت تک نماز کو ٹالتا رہے تو اس نے خدا کی معصیت کی ہے، اور اس کو اسے توبہ کرنی چاہیے، ورنہ خداوند عالم کے عذاب کا مستحق قرار پائے گا؛ لیکن اگر بھولے سے نماز نہیں پڑھ سکا اور اس میں اس کی کوئی غلطی بھی نہ ہو تو پھر وہ عذاب الٰہی کا مستحق نہیں ہوگا۔

☆☆☆☆☆

(۱) من لا یحضرہ الفقیہ، ج۱، ص ۲۱۷، بحار الانوار، ج۷۹، ص ۳۵۱، ح ۲۳.

حدیث نمبر ۱۰:

سجدۂ شکر

﴿سَجْدَةُ الشُّكْرِ مِنْ أَلْزَمِ السُّنَنِ وَ أَوْجَبِهَا... فَإِنَّ فَضْلَ الدُّعَاءِ وَالتَّسْبِيحِ بَعْدَ الْفَرَائِضِ عَلَى الدُّعَاءِ بِعَقِيبِ النَّوَافِلِ، كَفَضْلِ الْفَرَائِضِ عَلَى النَّوَافِلِ، وَ السَّجْدَةُ دُعَاءٌ وَ تَسْبِيحٌ﴾(۱)

''سجدۂ شکر، مستحبات میں بہت ضروری اور مستحب مؤکد ہے... بے شک واجب [نمازوں] کے بعد دعا اور تسبیح کی فضیلت، نافلہ نمازوں کے بعد دعاؤں پر ایسے فضیلت رکھتی ہے جس طرح واجب نمازیں، مستحب نمازوں پر فضیلت رکھتی ہیں، اور خود سجدہ، دعا اور تسبیح ہے''۔

شرح

یہ حدیث مبارک امام زمانہ علیہ السلام کے اس جواب کا ایک حصہ ہے جو محمد بن

(۱) احتجاج، ج ۲، ص ۳۰۸؛ بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۱۶۱، ح ۳؛ وسائل الشیعہ، ج ۶، ص ۴۹۰، ح ۸۵۱۳۔

عبداللہ حمیری نے آپؑ سے سوالات دریافت کئے تھے. امام زمانہ علیہ السلام اس حدیث میں ایک مستحب یعنی سجدۂ شکر کی طرف اشارہ فرماتے ہیں، واجب نمازوں کے بعد دعا و تسبیح کی گفتگو کرتے ہوئے اور نافلہ نمازوں کی نسبت واجب نمازوں کی فضیلت کی طرح قرار دیتے ہیں، نیز سجدہ اور خاک پر پیشانی رکھنے کے ثواب کو دعا و تسبیح کے ثواب کے برابر قرار دیتے ہیں۔

قرآنی آیات اور احادیث کی تحقیق کرنے سے یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ تمام واجبات اور مستحبات برابر نہیں ہیں؛ مثال کے طور پر تمام واجبات میں نماز کی اہمیت سب سے زیادہ ہے؛ کیونکہ دیگر اعمال، نماز کے قبول ہونے پر موقوف ہیں. اسی طرح مستحبات کے درمیان (اس حدیث کے مطابق) سجدۂ شکر کی اہمیت تمام مستحبات سے زیادہ ہے. شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ سجدہ شکر، نعمتوں میں اضافہ کی کنجی ہے؛ یعنی جب انسان کسی نعمت کو دیکھنے یا پانے پر خدا کا شکر بجالاتا ہے تو اس کی نعمت باقی رہتی ہے اور دیگر نعمتیں نازل ہوتی ہیں. یہ نکتہ قرآن مجید میں صاف صاف بیان ہوا ہے۔

﴿لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ﴾ (۱)

"اگر تم میرا شکر کرو گے تو میں [نعمتوں میں] اضافہ کردوں گا"۔

امام مہدی علیہ السلام نے اس حدیث میں چند نکات کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

---

(۱) سورہ ابراہیم، آیت ۷.

maablib.org

۱۔سجدۂ شکر کے لئے کوئی خاص زمانہ اور خاص جگہ نہیں ہوتی،لیکن اس حدیث کے پیش نظر واجب اور مستحب نمازوں کے بعد اس کا بہترین موقع ہوتا ہے۔

۲۔سجدہ،انسان کے کمال اور خداوندعالم کے سامنے نہایت خشوع وخضوع کا نام ہے،اس موقع پر انسان خود کو نہیں دیکھتا،اور تمام عظمت وکبریائی کو خداوندعالم سے مخصوص جانتا ہے؛لہٰذا انسان کی یہ حالت بہترین حالت ہوتی ہے،مخصوصاً جبکہ انسان زبان ودل سے خداوندعالم کا ذکر اور اس کا شکر ادا کرتا ہوا نظر آتا ہے۔

۳۔واجب نمازوں کے بعد دعا اور تسبیح کا ثواب مستحب نمازوں کے بعد دعا او رتسبیح کے ثواب سے بہت زیادہ ہے،جیسا کہ مستحب نمازوں سے کہیں زیادہ فضیلت واجب نمازوں کی ہے۔

۴۔امام زمانہ علیہ السلام اس فقرہ سے کہ"سجدہ،دعا اور تسبیح ہے"،یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ خود سجدہ بھی ایک قسم کی تسبیح اور دعا ہے،جس طرح نماز کے بعد ذکر خدا پسندیدہ عمل اور مستحب ہے اسی طرح سجدہ کرنا بھی مستحب ہے؛کیونکہ دعا اور تسبیح کا مقصد بھی خداوندعالم کے حضور میں خشوع وخضوع ہے،اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ ہدف سجدہ میں کامل اور مکمل طور پر موجود ہے۔

☆☆☆☆☆

maablib.org

حدیث نمبر۱۱:

تسبیح خاک شفا کی فضیلت

﴿مِنْ فَضْلِہ، أَنَّ الرَّجُلَ یَنْسیٰ التَّسْبِیحَ وَیُدِیرُ السُّبْحَۃَ فَیُکْتَبُ لَہُ التَّسْبِیحُ﴾(۱)

"[تربت سید الشہداء] کی فضیلت یہ ہے کہ جب خاک شفا کی تسبیح ہاتھ میں لے کر گھمائی جائے تو اس کا ثواب تسبیح و ذکر کا ثواب ہوتا ہے اگرچہ کوئی ذکر و دعا بھی نہ پڑھی جائے"۔

شرح

یہ حدیث ان جوابات میں سے ہے جن کو امام زمانہ علیہ السلام نے محمد بن عبد اللہ حمیری کے سوالوں کے جواب میں ارشاد فرمائی ہے، موصوف نے امام زمانہ علیہ السلام سے سوال کیا تھا کہ کیا امام حسین علیہ السلام کی قبر کی مٹی سے تسبیح بنانا جائز ہے؟ اور کیا اس میں کوئی فضیلت ہے؟

امام زمانہ علیہ السلام نے سوال کے جواب کے آغاز میں فرمایا:

(۱) احتجاج، ج۲، ص۳۱۲، بحار الانوار، ج۵۳، ص۱۶۵، ح۴۔

"تربت قبر حسین علیہ السلام [یعنی خاک شفا] کی تسبیح بنا سکتے ہو، جس سے خداوند عالم کی تسبیح کرو؛ کیونکہ تربت امام حسین علیہ السلام سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے، اس کے فضائل میں سے ایک یہ ہے کہ اگر کوئی ذکر بھی نہ کہے اور فقط تسبیح کو گھماتا رہے تو بھی اس کے لئے تسبیح کا ثواب لکھا جاتا ہے"۔

یہاں پر تربت حسینی یا خاک شفا کے بارے میں دو نکتوں کی طرف اشارہ کرنا مناسب ہے:

۱۔ تربت قبر حسین علیہ السلام ان تربتوں میں شمار ہوتی ہے جن کو خداوند عالم نے مبارک قرار دیا ہے؛ کیونکہ یہ اس زمین کا حصہ ہے جس میں حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کا پاک و مبارک جسم دفن ہے. خاک شفا کی تسبیح کے مستحب ہونے کے اغراض و مقاصد میں سے یہ بھی ہے کہ جس وقت انسان خاک شفا کی تسبیح کو ہاتھ میں لیتا ہے، تو خداوند عالم کی بارگاہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی فداکاری اور قربانی کو یاد کرتا ہے، اور یہ کہ انسان عقیدہ اور خدا کی راہ میں کس طرح فداکاری اور ظالموں کا مقابلہ کرسکتا ہے. انسان اس حال میں ان پاک و مقدس ارواح کو یاد کرتا ہے جو معشوق حقیقی کی راہ میں اپنی جان قربان کرچکی ہیں اور ملکوت اعلیٰ [بارگاہ رب العزت] کی طرف پرواز کرچکی ہیں. اس عالم میں انسان کے اندر خضوع وخشوع پیدا ہوتا ہے، اور اس کی نظر میں دنیا اور اس کا ساز وسامان حقیر دکھائی

دیتا ہے، نیز اس کے نفس میں مخصوص عرفانی اور معنوی حالت پیدا ہوتی ہے اور یہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی تربت کے ارتباط اور توسل کی بنا پر ہے؛ اسی وجہ سے ہم احادیث میں پڑھتے ہیں کہ تربت حسینی پر سجدہ کرنے سے ساتوں پردے ہٹ جاتے ہیں۔

۲۔ تربت حسینی کے منجملہ فوائد اور برکات میں سے ایک فائدہ اور برکت یہ ہے (جس کو اہل بیت علیہم السلام نے ہمیشہ لوگوں کے سامنے بیان کیا ہے) کہ امام حسین علیہ السلام کی مظلومیت لوگوں پر واضح ہو جائے؛ کیونکہ جب نمازی ہر روز نماز کے بعد تسبیح خاک شفا سے فیضیاب ہوتے وقت جب اس کی نظر خاک شفا پر پڑتی ہے تو امام حسین علیہ السلام اور آپ کے اصحاب و اہل حرم کی فداکاریوں کو یاد کرتا ہے، جبکہ یہ بات معلوم ہے کہ ایسے نمونوں کو یاد کرنا (نفسیاتی لحاظ سے) انسان کے نفس میں عجیب و غریب تربیتی اور معنوی اثر پیدا کرتا ہے، اور انسان کو [سچا] حسینی بنا دیتا ہے اور انسانی وجود میں انقلاب حسینی کی روح اور خون کو حرکت میں لاتا ہے۔

☆☆☆☆☆

maablib.org

حدیث نمبر۱۲:

لوگوں کی حاجت روائی کرنا

﴿مَنْ کَانَ فِي حَاجَةِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ کَانَ اللّٰهُ فِي حَاجَتِهِ﴾(۱)

"جو شخص خداوند عالم کی حاجت [۲] کو پورا کرنے کی کوشش کرے تو خداوند عالم بھی اس کی حاجت روائی اور اس کی مرادوں کو پوری کردیتا ہے"۔

شرح

اس حدیث کو شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے اپنے پدر بزرگوار سے، انھوں نے سعد بن عبد اللہ سے، انھوں نے ابو القاسم بن ابو حلیس (حابس) سے انھوں نے حضرت امام مہدی علیہ السلام سے نقل کیا ہے. امام علیہ السلام نے حلیسی کے خلوص اور عام

(۱) کمال الدین، ج۲، ص۴۹۳، ح۱۸، الخرائج والجرائح، ج۱، ص۴۳۳، ح۲۳، بحار الانوار، ج۵۱، ص۳۳۱، ح۵۶.

[۲] خدا کی حاجت سے کیا مراد ہے؟ اس کی وضاحت چند سطروں کے بعد ملاحظہ فرمایئے.

طور پر اس اخلاقی نکتہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے: جو شخص خداوند عالم کی حاجت کو پورا کرنے کی کوشش کرے تو خداوند عالم بھی اس کی حاجت روائی کرتا ہے اور اس کی مرادوں کو پوری کر دیتا ہے۔

اگر چہ خداوند عالم کی حاجت سے مراد اس حدیث کے دوسرے حصہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی خلوص نیت کے ساتھ زیارت کرنا ہے، لیکن امام زمانہ علیہ السلام نے اس کو ایک عام قانون کی صورت میں بیان کیا ہے اور امام حسین علیہ السلام کی زیارت کو اس کا ایک مصداق قرار دیا ہے، یعنی اگر انسان ان کاموں کو انجام دے جن کا انجام دینا مطلوب اور جن کے سلسلہ میں خدا کا حکم ہو، اس وجہ سے اس کو ''خداوند عالم کی حاجت اور طلب'' کہا جا سکتا ہے، لہٰذا خداوند عالم بھی انسان کے کاموں کی اصلاح کر دیتا ہے۔

اس بات کی یاددہانی مناسب ہے کہ خداوند عالم کسی چیز کا محتاج نہیں ہے بلکہ وہ قاضی الحاجات یعنی حاجتوں کا پورا کرنے والا ہے اور تمام مخلوق سراپا اس کی محتاج ہے. جیسا کہ خداوند عالم نے ارشاد فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللهِ وَاللهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ﴾(۱)

''انسانو! تم سب اللہ کی بارگاہ کے فقیر ہو اور اللہ صاحب دولت اور

(۱) سورہ فاطر، آیت ۱۵.

قابل حمد و ثنا ہے"۔

اس حدیث میں خداوند عالم کی حاجت کی طرف اشارہ ہوا، اس کی وجہ یہ ہے کہ خداوند عالم کی حاجت مخلوق کی حاجت میں ہے، دوسرے لفظوں میں یوں کہا جائے کہ جس شخص نے لوگوں کی حاجت روائی کی گویا اس نے خدا کی حاجت پوری کی ہے۔

اس حدیث میں دوسرا احتمال یہ پایا جاتا ہے کہ "خدا کی حاجت" سے مراد خداوند عالم کے احکام مراد ہوں، چاہے وہ امر ہو یا نہی، جن کو خداوند عالم چاہتا ہے، اور اگر کوئی شخص خدا کے احکام کی اطاعت کرے تو خداوند عالم بھی اس کی حاجت پوری کرتا ہے۔

☆☆☆☆☆

maablib.org

حدیث نمبر ۱۳:

استغفار، بخشش کا ذریعہ

﴿إِذَا اسْتَغْفَرْتَ اللهَ، فَاللهُ يَغْفِرُ لَكَ﴾(۱)

''اگر تم خدا سے استغفار کرو گے تو خداوند عالم بھی تم کو معاف کریگا''۔

شرح

شیخ کلینی علیہ الرحمہ اس حدیث شریف کو امام زمانہ علیہ السلام کی احادیث کے ضمن میں بیان کرتے ہیں. حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ یمانی نام کا ایک شخص سامرہ میں آتا ہے. امام زمانہ علیہ السلام کی طرف سے اس کے لئے ایک تھیلی پہنچتی ہے جس میں دو دینار اور دو لباس تھے، لیکن وہ ان کو کمترین ہدیوں میں شمار کرتے ہوئے ردّ کر دیتا ہے، لیکن کچھ دنوں بعد اپنے اس کام پر شرمندہ ہوتا ہے، اور ایک خط لکھ کر معذرت خواہی کرتا ہے، اور اپنے دل میں توبہ کرتے ہوئے یہ نیت کرتا ہے کہ اگر دوبارہ [امام علیہ السلام کی طرف سے] کوئی ہدیہ ملے گا تو اس کو قبول کرلوں گا. چنانچہ کچھ مدت بعد اس کو ایک ہدیہ ملتا ہے، اور امام علیہ السلام یمانی کے لئے اشارہ کرتے

(۱) کافی، ج۱، ص۵۲۱، ح۱۳، کمال الدین، ج۲، ص۴۹۰، ح۱۳، ارشاد، ج۲، ص۳۶۱، اعلام الوریٰ، ج۲، ص۲۶۴، کشف الغمۃ، ج۳، ص۲۵۱، بحار الانوار، ج۵۱، ص۳۲۹، ح۵۲، معجم ة المعاجز، ج۸، ص۸۵.

ہوئے فرماتے ہیں:

''تم نے ہمارا ہدیہ رد کر کے غلطی کی ہے، اگر تم خدا سے مغفرت طلب کرو تو خداوند عالم تمہیں معاف کر دے گا''۔

اس توقیع مبارک میں دو نکات کی طرف اشارہ ہوا ہے:

۱۔ امام زمانہ علیہ السلام اسرار اور مخفی باتوں کا علم رکھتے ہیں، یہاں تک کہ لوگوں کے دل کی نیت سے بھی آگاہ ہیں: لہٰذا حضرت امام صادق علیہ السلام آیہ شریفہ ﴿قُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ﴾(۱)(۲) کے ذیل میں بیان ہونے والی حدیث میں فرماتے ہیں:

''مومنین سے مراد، ائمہ [معصومین علیہم السلام] ہیں''۔

۲۔ خداوند عالم سے طلب مغفرت کرنا گناہوں کی بخشش کا سبب ہے. اور چونکہ طلب ایک امر قلبی کا نام ہے اور لفظوں کی صورت میں بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صرف طلب مغفرت (شرمندگی اور دوبارہ گناہ نہ کرنے کے عزم کے ساتھ) گناہوں کی بخشش اور توبہ کے لئے کافی ہے. البتہ مکمل توبہ کے لئے کچھ خاص شرائط ہیں جن کی طرف حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے ایک حدیث کے ضمن میں اشارہ فرمایا ہے۔(۳)

(۱) سورہ توبہ، آیت ۱۰۵ ترجمہ آیت: ''پیغمبر کہہ دیجئے کہ تم لوگ عمل کرتے رہو کہ تمہارے عمل کو اللہ، رسول اور صاحبان ایمان سب دیکھ رہے ہیں...''۔

(۲) تفسیر برہان، ج ۲، ص ۱۵۸، ح ۲. (۳) دیکھئے: نہج البلاغہ، حکمت ۴۱۷، بحار الانوار، ج ۶، ص ۳۶، ح ۵۹.

حدیث نمبر ۱۴:

ایک دوسرے کے حق میں استغفار کرنا

﴿لَوْلَا اسْتِغْفَارُ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ لَهَلَكَ مَنْ عَلَيْهَا﴾(۱)

"اگر تم میں ایک دوسرے کے لئے طلب مغفرت نہ ہوتی تو زمین پر بسنے والے تمام لوگ ہلاک ہو جاتے"۔

شرح

امام مہدی علیہ السلام ابن مہزیار سے ایک طولانی خطاب میں اپنے شیعوں کو ایک دوسرے کے حق میں استغفار کرنے کی رغبت دلاتے ہیں؛ کیونکہ اس کام کے فوائد اور برکتیں زمین اور اس پر بسنے والوں سے عذاب کا دور رہنا ہے۔

قرآنی آیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس دنیا میں عذاب الٰہی سے محفوظ رہنے کے لئے دو سبب پائے جاتے ہیں:

ا۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود مبارک: جیسا کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

---

(۱) دلائل الامامۃ، ص ۲۹۷۔

﴿مَا كَانَ اللهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيهِمْ﴾ (۱)

''حالانکہ جب تک تم ان کے درمیان موجود ہو تو خدا ان پر عذاب نہیں کریگا''۔

۲۔ استغفار: جیسا کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

﴿مَا كَانَ اللهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾ (۲)

''اور اللہ ان لوگوں پر جب وہ توبہ واستغفار کرتے رہیں ہرگز عذاب نہیں کرے گا''۔

اس حدیث سے بھی دو نکات معلوم ہوتے ہیں:

الف) گناہ، اسی دنیا میں ہلاکت اور عذاب کا سبب ہوتا ہے۔

ب) استغفار، بخشش کا سبب ہے، خصوصاً اگر ایک دوسرے کے حق میں استغفار کیا جائے۔

☆☆☆☆☆

(۱) سورۂ انفال، آیت ۳۳.

(۲) سورۂ انفال، آیت ۳۳.

maablib.org

حدیث نمبر ۱۵:

انسان کا امام غائب سے فیض حاصل کرنا

﴿أَمَّا وَجْهُ الْاِنْتِفَاعِ بِي فِي غَيْبَتِي فَكَالْاِنْتِفَاعِ بِالشَّمْسِ إِذَا غَيَّبَتْهَا عَنِ الْأَبْصَارِ السَّحَابُ﴾(۱)

"لیکن میری غیبت میں مجھ سے فیض حاصل کرنا اسی طرح ہے جس طرح بادلوں کے پیچھے چھپے سورج سے فیض حاصل کیا جاتا ہے"۔

شرح

امام زمانہ علیہ السلام کا یہ کلام اس حدیث کا آخری حصہ ہے جس کو آپ نے اسحاق بن یعقوب کے جواب میں تحریر فرمایا ہے، شیخ صدوق اور شیخ طوسی علیہما الرحمہ نے اس حدیث کو نقل کیا ہے. اس حدیث مبارک میں امام زمانہ علیہ السلام کی غیبت کبریٰ کو بادلوں کے پیچھے چھپے سورج سے تشبیہ دی ہے۔

(۱) کمال الدین، ج ۲، ص ۴۸۵، ح ۱۰، الغیبۃ، شیخ طوسی، ص ۲۹۲، ح ۲۴۷، احتجاج، ج ۲، ص ۲۸۴، اعلام الوریٰ، ج ۲، ص ۲۷۲، کشف الغمہ، ج ۳، ص ۳۴۰، الخرائج والجرائح، ج ۳، ص ۱۱۱۵، بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۱۸۱، ح ۱۰.

اس تشبیہ میں بہترین نکات پائیں جاتے ہیں، جن میں بعض کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے:

ا۔ امام مہدی علیہ السلام نے اپنے کو سورج کے مشابہ قرار دیا ہے، جس طرح سورج موجودات کے لئے آب حیات اور نور و حرارت وغیرہ کا باعث ہوتا ہے اور اس کے نہ ہونے کی صورت میں تمام موجودات کی زندگی سامان سفر باندھ لیتی ہے، اسی طرح معاشرہ کی معنوی زندگی اور اس کی بقاء بھی امام زمانہ علیہ السلام کے وجود سے وابستہ ہے. بعض اسلامی روایات میں بیان ہوا ہے کہ ائمہ معصومین علیہم السلام خلقت مخلوق کا اصلی ترین مقصد ہیں۔

۲۔ جس طرح سورج منجملہ مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ موجودات کے لئے نور و حرارت سے فیضیاب ہونے میں واسطہ ہے. اسی طرح امام علیہ السلام کا وجود بھی مخلوق کے فیض حاصل کرنے میں ایک عظیم واسطہ ہے، اور خداوند عالم کا فیض جیسے نعمت اور ہدایت وغیرہ اسی واسطہ کے ذریعہ مخلوقات تک پہنچتا ہے۔

۳۔ جس طرح لوگ بادلوں کے پیچھے سے سورج کے نکلنے کا انتظار کرتے ہیں تا کہ اس سے مکمل اور کامل طور پر فائدہ اٹھا سکیں، امام زمانہ علیہ السلام کی غیبت کے زمانہ میں بھی مومنین آپ کے ظہور کا انتظار کرتے ہیں اور ان کے ظہور سے ناامید نہیں ہوتے۔

۴۔ امام زمانہ علیہ السلام کے وجود کا منکر بالکل اسی طرح ہے جیسے کوئی بادلوں

کے پیچھے چھپے سورج کا منکر ہو جائے۔

۵۔ جس طرح بادل سورج کو مکمل طریقہ سے نہیں چھپاتے اور سورج کا نور زمین اور زمین والوں تک پہنچتا رہتا ہے، اسی طرح غیبت بھی امام علیہ السلام کے فیض پہنچانے میں مکمل مانع نہیں ہے، لہٰذا [بہت سے مومنین] آپ کے وجود مبارک سے فیضیاب ہوتے رہتے ہیں، توسل: امام علیہ السلام سے فیضیاب ہونے کے منجملہ راستوں میں سے ایک راستہ ہے۔

۶۔ جس طرح بعض علاقوں میں معمولاً بادل چھائے رہتے ہیں، لیکن کبھی کبھی سورج بادلوں کو چیرتے ہوئے ان کے درمیان سے نمایاں ہو جاتا ہے اور بہت سے لوگ سورج کو دیکھ لیتے ہیں اگرچہ تھوڑی ہی دیر کے لئے ہی کیوں نہ ہو، اسی طرح بعض مومنین امام زمانہ علیہ السلام کی خدمت مبارک میں حاضر ہوتے ہیں اور آپ کے وجود سے [براہ راست] فیضیاب ہوتے ہیں، چنانچہ اس طرح عام لوگوں کے لئے امام علیہ السلام کا وجود ثابت ہو جاتا ہے۔

۷۔ جس طرح سورج سے دیندار اور بے دین لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں اسی طرح امام زمانہ علیہ السلام کے وجود کی برکتیں پوری دنیا کے شامل حال ہوتی ہیں، اگرچہ لوگ آپ کو نہ پہچانیں اور آپ کی قدر نہ جانیں۔

۸۔ جس طرح سورج کی کرنیں دروازوں اور کھڑکیوں کے اندازہ کے مطابق کمرے میں آتی ہیں اور لوگ اسی مقدار میں اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں، اسی طرح امام زمانہ علیہ السلام کے وجود کی برکتوں سے فیضیاب ہونا بھی انسان کی قابلیت اور

صلاحیت کی بنا پر ہوتا ہے. انسان جس قدر اپنے سے موانع اور پردوں کو دور کرتا ہے اور اپنے دل [کی آغوش] کو مزید پھیلاتا ہے اتنا ہی آپ کے وجود کی برکتوں سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھاتا ہے۔

۹۔ جس طرح بادل سورج کو ختم نہیں کرتے اور صرف سورج کے دیکھنے میں رکاوٹ پیدا کرتے ہیں، امام زمانہ علیہ السلام کی غیبت بھی صرف آپ کے دیدار میں مانع ہے۔

☆☆☆☆☆

maablib.org

حدیث نمبر۱۶:

امام علیہ السلام کے ظہور میں تاخیر کی وجہ

﴿وَلَوْ اَنَّ اَشْيَاعَنَا (وَفَّقَهُمُ اللّٰهُ لِطَاعَتِهِ) عَلَى اجْتِمَاعٍ مِنَ الْقُلُوبِ فِي الْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ عَلَيْهِمْ لَمَا تَأَخَّرَ عَنْهُمُ الْيُمْنُ بِلِقَائِنَا، وَ لَتَعَجَّلَتْ لَهُمُ السَّعَادَةُ بِمُشَاهَدَتِنَا عَلَىٰ حَقِّ الْمَعْرِفَةِ وَ صِدْقِهَا مِنْهُمْ بِنَا، فَمَا يَحْبِسُنَا عَنْهُمْ إِلَّا مَا يَتَّصِلُ بِنَا مِمَّا نَكْرَهُهُ وَلَا نُؤْثِرُهُ مِنْهُمْ﴾(۱)

"اگر ہمارے شیعہ (خدا ان کو اطاعت کی توفیق دے) اپنے عہد و پیمان کو پورا کرنے کی کوشش میں ہمدل ہوں تو پھر ہماری ملاقات کی برکت میں تاخیر نہیں ہوتی، اور ہمارے دیدار کی سعادت جلد ہی نصیب ہو جاتی، ایسا دیدار جو حقیقی معرفت اور ہماری نسبت صداقت پر

(۱) احتجاج، ج۲، ص۳۱۵، بحار الانوار، ج۵۳، ص۱۷۷، ح۸۔

مبنی ہو، ہمارے مخفی رہنے کی وجہ ہم تک پہنچنے والے اعمال کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں ہے جبکہ ہمیں ان سے ایسے اعمال کی امید نہیں ہے"۔

شرح

یہ اس خط کے جملے ہیں جس کو امام زمانہ علیہ السلام نے شیخ مفید علیہ الرحمہ کے لئے بھیجا تھا. امام علیہ السلام نے اس خط میں شیخ مفید علیہ الرحمہ کو چند سفارشیں کرنے اور اپنے شیعوں کے لئے کچھ احکام بیان کرنے کے بعد اس اہم چیز کی طرف اشارہ کیا جو غیبت کا سبب ہوئی ہے. امام علیہ السلام شیعوں کے درمیان خلوص اور ہمدلی نہ ہونے کو اپنی غیبت کا سبب شمار کرتے ہیں۔

تاریخ کے پیش نظر یہ بات واضح ہے کہ جب تک لوگ نہ چاہیں اور سعی و کوشش نہ کریں تو حق اپنی جگہ قائم نہیں ہو پاتا، اور حکومت اس کے اہل کے ہاتھوں میں نہیں آتی. حضرت علی، امام حسن اور امام حسین علیہم السلام کی تاریخ اس بات پر بہترین دلیل ہے. اگر لوگ حضرت علی علیہ السلام کی خلافت پر اصرار کرتے تو پھر آج تاریخ کا ایک دوسرا رخ ہوتا، لیکن اس وقت کے لوگوں میں دنیا طلبی اور خوف و وحشت وغیرہ اس بات کا سبب بنی کہ ہمیشہ تک دنیا والوں مخصوصاً شیعوں کو ظلم و ستم کے علاوہ کچھ دیکھنے کو نہ ملا. افسوس کہ ہماری کوتاہی اور ہمارے بُرے کام اس بات کا سبب ہوئے کہ وہ محرومیت اب تک چلی آ رہی ہے۔

اس حدیث کے مطابق امام زمانہ علیہ السلام کے ظہور کی تعجیل کے سلسلہ میں

ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اپنے اور اپنے رشتہ داروں پر امام علیہ السلام کو مقدم کریں، اور اسلامی احکام کو جاری کریں اور اسلام کی تبلیغ کے ذریعہ دنیا والوں کے سامنے امام زمانہ علیہ السلام کا تعارف کرائیں، اور دلوں کو امام کی طرف متوجہ کریں، تا کہ خدا کی مشیت سے بہت جلد ہی لوگوں میں امام زمانہ علیہ السلام کو قبول کرنے کا زمینہ ہموار ہو جائے۔

اس حدیث مبارک سے چند چیزیں معلوم ہوتی ہیں:

۱۔ خداوند عالم نے شیعوں سے عہد و پیمان لیا ہے کہ ائمہ معصومین علیہم السلام کی پیروی کریں اور یہی پیروی امام زمانہ علیہ السلام کی ملاقات کے شرف کا سبب ہے۔

۲۔ شیعوں کے بُرے اعمال اپنے امام سے دوری کا سبب بنے ہیں؛ لہٰذا ہمارے نیک اعمال امام زمانہ علیہ السلام سے رابطہ میں مؤثر واقع ہو سکتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

حدیث نمبر ۱۷:

غیبت، منجملہ تقدیرات الٰہی میں سے ہے

﴿أَقْدَارُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ لَا تُغَالَبُ وَإِرَادَتُهُ لَا تُرَدُّ وَ تَوْفِيقُهُ لَا يُسْبَقُ﴾(۱)

''جو چیزیں خداوند عالم نے مقدر فرمادی ہیں وہ کبھی مغلوب نہیں ہوتیں، اور اس کا ارادہ کبھی رد نہیں ہوتا، اور اس کی توفیق پر کوئی چیز سبقت حاصل نہیں کرسکتی''۔

شرح

یہ حدیث امام زمانہ علیہ السلام کے اس کلام کا حصہ ہیں جس کو آپ نے اپنے دو نائبوں عثمان بن سعید اور ان کے فرزند محمد ابن عثمان کے لئے بھیجے گئے خط میں تحریر کیا تھا۔ امام علیہ السلام اس توقیع میں اپنی غیبت کے مسئلہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: یہ موضوع تقدیر الٰہی ہے اور خدا کا حتمی ویقینی ارادہ اس سے متعلق ہے۔

(۱) کمال الدین، ج۲، ص۵۱۱، ح۴۲، الخرائج والجرائح، ج۳، ۱۱۱۱، بحار الانوار، ج۵۳، ص۱۹۱، ح۱۹۔

امام مہدی علیہ السلام نے اس توقیع میں چند نکات کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

۱۔کوئی بھی شخص تقدیر الٰہی کے مقابلہ میں کامیاب نہیں ہوسکتا؛ کیونکہ وہ "مقتدر کلّ قدر" ہے اور اس کی قدرت تمام قدرتوں سے بلند و بالا ہے۔

۲۔اگر خداوندعالم کسی چیز کے بارے میں حتمی ارادہ کرلے تو پھر اس کے ارادہ پر کوئی غالب نہیں آسکتا اور اس کے نافذ کرنے میں مانع نہیں ہوسکتا؛ کیونکہ اس کے ارادہ سے اوپر کسی کا ارادہ نہیں ہوسکتا.جیسا کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی دعا میں ہم پڑھتے ہیں:

"پروردگارا! حمد وثنا تجھ سے مخصوص ہے کیونکہ تو ایسا صاحب قدرت ہے جو کبھی مغلوب نہیں ہوتا"۔(۱)

☆☆☆☆☆

(۱)صحیفہ سجادیہ،دعا۳۹،شمارہ۱۳،مفاتیح الدعوات،ص۲۲۲،بحار الانوار،ج۹۲،ص۳۲۸،ح۴۳۔

حدیث نمبر ۱۸:

زمانۂ غیبت میں فقہا کی طرف رجوع کرنا

﴿أَمَّا الْحَوَادِثُ الْوَاقِعَةُ فَارْجِعُوا فِيهَا إِلَى رُوَاةِ حَدِيثِنَا، فَإِنَّهُمْ حُجَّتِي عَلَيْكُمْ وَأَنَا حُجَّةُ اللهِ عَلَيْهِمْ﴾(۱)

”لیکن ہر زمانہ میں پیش آنے والے حوادث [اور واقعات] میں ہماری احادیث بیان کرنے والے راویوں کی طرف رجوع کرو، کیونکہ وہ تم پر ہماری حجت ہیں اور میں ان پر خدا کی حجت ہوں“۔

شرح

یہ حدیث ان مطالب کا ایک حصہ ہے جس کو امام زمانہ علیہ السلام نے اسحاق بن یعقوب کے سوالات کے جواب میں ارشاد فرمایا ہے. اس حدیث شریف میں

---

(۱) کمال الدین، ج ۲، ص ۴۸۴، ح ۱۰، الغیبۃ، شیخ طوسی، ص ۲۹۱، ح ۲۴۷، احتجاج، ج ۲، ص ۴۸۴، اعلام الوری، ج ۲، ص ۲۷۱، کشف الغمہ، ج ۳، ص ۳۳۸، الخرائج والجرائح، ج ۳، ص ۱۱۱۴، بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۱۸۱، ح ۱۰، وسائل الشیعہ، ج ۲۷، ص ۱۴۰، ح ۳۳۴۲۴۔

امام علیہ السلام زمانہ غیبت میں اپنے شیعوں کو رونما ہونے والے حوادث کے موقع پر ان کی ذمہ داری کی طرف اشارہ فرماتے ہیں.

امام مہدی علیہ السلام اپنے شیعوں کو شرعی یا معاشرتی مسائل کو سمجھنے کے لئے روایان حدیث (کہ جو فقہائے شیعہ ہیں) کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیتے ہیں؛ کیونکہ یہی حضرات حدیث کو اچھی طرح سمجھتے ہیں، اور خاص وعام، محکم ومتشابہ اور صحیح وباطل کو پہچانتے ہیں۔

امام زمانہ علیہ السلام کی نظر میں "راویان حدیث" وہ لوگ نہیں ہیں جو فقط روایت کو نقل کرتے ہیں بغیر اس کے اس کو صحیح طور پر سمجھے ہوئے ہوں؛ کیونکہ ایسے افراد شرعی وغیر شرعی مشکلات کو حل نہیں کر سکتے۔

عصر غیبت میں فقہا کی طرف رجوع کرنا کوئی مستحب کام نہیں ہے بلکہ ایک واجب شرعی ہے؛ کیونکہ فقہائے کرام امام زمانہ علیہ السلام کی طرف سے اس کام کے لئے مقرر ہوئے ہیں اور امام علیہ السلام کے فرمان کی مخالفت نہیں کی جا سکتی۔

☆☆☆☆☆

حدیث نمبر ۱۹:

زکوٰۃ، نفس کو پاک کرنے والی ہے

﴿امّا أموالُكُم فلا نقبَلُها إلّا لِتطهَّرُوا، فمَنْ شاءَ فَلْيَصِلْ وَ مَنْ شاءَ فَلْيَقْطَعْ، فَمَا آتانِي اللهُ خَيْرٌ مِمّا آتاكُمْ﴾ (۱)

''لیکن تمہارے مال کو ہم صرف اس وجہ سے قبول کر لیتے ہیں تا کہ تم پاک ہو جاؤ. لہٰذا جو چاہے ادا کرے جو چاہے ادا نہ کرے. خداوند عالم نے جو چیزیں ہم کو عطا کی ہیں ان چیزوں سے بہتر ہے جو تمہیں عطا کی ہیں''۔

شرح

یہ حدیث ان مطالب کا ایک حصہ ہے جن کو امام زمانہ علیہ السلام نے اسحاق بن یعقوب کے سوالات کے جواب میں اپنی توقیع میں تحریر فرمایا ہے. اسحاق بن یعقوب کہتے ہیں: میں نے کچھ سوالات جمع کئے اور آپ کے دوسرے نائب خاص محمد بن عثمان عمری کی خدمت میں پیش کئے، اور ان سے گزارش کی کہ میرے ان

(۱) کمال الدین، ج ۲، ص ۴۸۳، ح ۴، الغیبۃ، طوسی، ص ۲۹۰، ح ۲۴۷، احتجاج، ج ۲، ص ۴۸۳، اعلام الوری، ج ۲، ص ۲۷۱، کشف الغمۃ، ج ۳، ص ۳۳۹، الخرائج والجرائح، ج ۳، ص ۱۱۱۴، بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۱۸۰، ح ۱۰۔

سوالات کو امام زمانہ علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا دیجئے اور ان کے جوابات کی بھی درخواست کیجئے. امام زمانہ علیہ السلام نے ایک توقیع میں اپنے قلم سے چند چیزوں کی یاددہانی کے بعد اس طرح فرمایا:

"لیکن تمہارے مال کو ہم صرف اور صرف اس وجہ سے قبول کر لیتے ہیں تا کہ تم پاک ہو جاؤ. لہذا جو چاہے اپنا مال بھیجے جو چاہے نہ بھیجے. خداوند عالم نے جو چیزیں ہم کو عطا کی ہیں ان چیزوں سے بہتر ہے جو تمہیں عطا کی ہیں"۔

امام زمانہ علیہ السلام اپنے اس کلام مبارک میں اس نکتہ کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ مالی واجب حقوق کو ادا کرنے کا فائدہ خود انسان تک پہنچتا ہے، اور امام علیہ السلام اس مال کو اس وجہ سے قبول کرتے ہیں تا کہ خود ادا کرنے والا پاک و پاکیزہ ہو جائے، نہ یہ کہ امام خود اس چیز کا محتاج ہوتا ہے. قرآن کریم نے زکوۃ سے متعلق، آیت میں اس نکتہ کی طرف اشارہ کیا ہے:

﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ﴾(۱)

"[اے پیغمبر!] آپ ان کے اموال میں سے زکوۃ لے لیجئے تا کہ اس کے ذریعہ یہ پاک ہو جائیں اور انھیں دعائیں دیجئے کہ آپ کی دعا ان کے لئے تسکین قلب کا باعث ہوگی"۔

(۱) سورہ توبہ، آیت ۱۰۳.

حدیث نمبر۲۰:

مالی واجبی حقوق کو ادا کرنے کا فائدہ تقویٰ ہے

﴿أَنَّهُ مَنِ اتَّقىٰ رَبَّهُ مِنْ اخوانِکَ فِي الدِّينِ وَ أَخْرَجَ مِمَّا عَلَيْهِ إِلىٰ مُسْتَحِقّيهِ، كَانَ آمِناً مِنَ الْفِتْنَةِ الْمُبْطِلَةِ، وَ مِحَنِهَا الْمُظْلِمَةِ الْمُضِلَّةِ وَ مَنْ بَخِلَ مِنْهُمْ بِمَا أَعَارَهُ اللّٰهُ مِنْ نِعْمَةٍ عَلىٰ مَنْ أَمَرَهُ بِصِلَتِهِ، فَإِنَّهُ يَكُونُ خاسِراً بِذٰلِکَ لِأُوْلاهُ وَ آخِرَتِهِ﴾(۱)

''بے شک کہ جو شخص اپنے دینی بھائی کے حقوق کے سلسلہ میں حکم الٰہی کا احترام کرے اور اپنے ذمہ مالی حقوق کو اس کے مستحق تک پہنچائے تو ایسا شخص باطل راہ کی طرف لے جانے والے فتنوں سے اور خطرناک بلاؤں سے محفوظ رہتا ہے، اور جو شخص بخل سے کام لے اور خداوند عالم نے جن نعمتوں کو اس کے پاس امانت رکھا ہے ان میں سے مستحق کو نہ دے، تو ایسا شخص دنیا و آخرت میں گھاٹا اٹھانے والا ہوگا''۔

(۱) احتجاج، ج۲، ص۳۲۵، بحار الانوار، ج۵۳، ص۱۷۷، ح۸۔

شرح

یہ کلام حضرت امام زمانہ علیہ السلام کے اس دوسرے خط کا ایک حصہ ہے. جس کو آپ نے شیخ مفید علیہ الرحمہ کے نام لکھا ہے. امام علیہ السلام نے خط کے اس حصہ میں واجبی مالی حقوق کو ان کے مستحق تک پہنچانے اور اس کام کی خیر و برکت کی طرف اشارہ کیا ہے. امام علیہ السلام ان لوگوں کے لئے جو اہل تقویٰ ہیں اور ان کے ذمہ مالی حقوق ہیں (جیسے خمس اور زکوۃ وغیرہ) اگر وہ ان کو مستحق تک پہنچائیں تو امام علیہ السلام اس بات کی ضمانت لیتے ہیں کہ وہ اس خدا پسند عمل کے نتیجے میں فتنوں اور بلاؤں سے محفوظ رہیں گے، اور جو لوگ مالی حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی سے کام لیں اور حقوق شرعیہ ادا کرنے میں کنجوسی کریں تو ان کے نصیب میں دنیا و آخرت کے گھاٹے کے علاوہ کچھ نہیں ہوگا۔ حقوق شرعی ادا کرتے وقت شیطان انسان کو بہکاتا ہے اور اس کو فقر و تنگدستی سے ڈراتا ہے. امام زمانہ علیہ السلام اپنے اس بیان سے ہمیں یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ واقعیت اور حقیقت یہ ہے کہ خمس و زکوۃ وغیرہ کی ادائیگی نہ کرنا فقر و تنگدستی کا باعث ہے نہ کہ راہ خدا میں خیرات کرنا۔

مالی واجب حقوق کو ادا کرنا بلکہ مستحب حقوق کو ادا کرنے سے نہ صرف یہ کہ انسان کے مال میں برکت ہوتی ہے بلکہ اس کی معنوی روزی میں بھی اضافہ ہوتا ہے، اس طرح اس کو اندھیری راہوں میں چراغ ہدایت مل جاتا ہے تاکہ راستہ کو گڑھے سے تمیز دے سکے۔

حدیث نمبر ۲۱:

تعجیل فرج [ظہور] کے لئے دعا

﴿أَكْثِرُوا الدُّعَاءَ بِتَعْجِيلِ الْفَرَجِ، فَإِنَّ ذٰلِكَ فَرَجُكُمْ﴾(۱)

"میرے ظہور کے لئے کثرت سے دعا کیا کرو، کیونکہ اس میں خود تمہارے لئے آسائش ہے"۔

شرح

یہ کلام منجملہ ان مطالب میں سے ہے جن کو حضرت امام مہدی علیہ السلام نے اسحاق بن یعقوب کے سوالوں کے جواب میں بیان کیا ہے. اس حدیث میں حضرت امام زمانہ علیہ السلام نے تعجیل فرج کے لئے کثرت سے دعا کرنے کا حکم دیا ہے. امام علیہ السلام کا یہ حکم مطلب کی اہمیت کو واضح کرتا ہے؛ کیونکہ شیعوں کا مشکلات اور

---

(۱) کمال الدین، ج ۲، ص ۴۸۵، ح ۴، الغیبہ، طوسی، ص ۲۹۳، ح ۲۴۷، احتجاج، ج ۲، ص ۲۸۴، اعلام الوری، ج ۲، ص ۲۷۲، کشف الغمہ، ج ۳، ص ۳۴۰، الخرائج والجرائح، ج ۳، ص ۱۱۱۵، بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۱۸۱، ح ۱۰۔

بلاؤں سے محفوظ رہنا حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کے زیر سایہ ہی ممکن ہے؛ جب تک امام علیہ السلام غیبت کی زندگی بسر کر رہے ہیں، شیعہ بھی ظالم و جابر حکام کے ظلم کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔

اس حدیث مبارک میں موجود چند نکات کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے:

۱۔ شیعوں کے لئے فرج اور آسانیاں ہیں، اور وہ ظلم و ستم اور آزار و اذیت سے ایک دن رہائی حاصل کریں گے. وہ سنہرا دن ہوگا جب وہ اپنے مولا و آقا کی حکومت کے زیر سایہ آرام و سکون کے ساتھ روحانی زندگی بسر کریں گے۔

۲۔ امام زمانہ علیہ السلام کے ظہور کے سلسلہ میں "بداء" واقع ہوتا ہے؛ دوسرے الفاظ میں یوں کہا جائے کہ آپ کے ظہور میں عجلت یا تاخیر ہو سکتی ہے، آپ کے ظہور میں تعجیل کا ایک سبب آپ کے ظہور کے لئے دعا کرنا ہے. اور ہم جانتے ہیں کہ جب تک دل کی گہرائیوں سے دعا نہ کی جائے تو پھر آپ کے ظہور کا راستہ ہموار کرنے میں موثر نہیں ہوگی. لہٰذا ہمیں چاہئے کہ دل و جان سے امام کے لئے دعا کریں اور ان کو پکاریں، اور میدان عمل میں بھی امام زمانہ علیہ السلام کے ظہور کا زمینہ فراہم کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔

☆☆☆☆☆

maablib.org

حدیث نمبر۲۲:

شیعوں کی رعایت

﴿إِنَّا غَيْرُ مُهْمِلِينَ لِمُرَاعَاتِكُمْ، وَلَا نَاسِينَ لِذِكْرِكُمْ، وَلَوْلَا ذٰلِكَ لَنَزَلَ بِكُمُ اللَّأْوَاءُ وَاصْطَلَمَكُمُ الْأَعْدَاءُ﴾(۱)

"ہم تمہاری سرپرستی اور دیکھ بھال میں کوتاہی نہیں کرتے، اور تمہاری یاد کو کبھی نہیں بھلاتے، اگر ہم ایسا نہ کرتے تو تم پر بلائیں اور مصیبتیں نازل ہو جاتیں اور دشمن تم کو بالکل نیست و نابود کر دیتے"۔

شرح

امام زمانہ علیہ السلام نے شیخ مفید علیہ الرحمہ کے لئے دو توقیع بھیجی ہیں پہلی توقیع میں امام علیہ السلام نے اپنے شیعوں کو بشارت دی ہے کہ ہم تم لوگوں پر ہمیشہ توجہ رکھتے ہیں اور تمہاری رعایت کرتے ہیں اور تم کو کبھی نہیں بھلاتے، اسی وجہ سے تم

(۱) احتجاج، ج۲، ص ۳۲۳، الخرائج الجرائح، ج۲، ص ۹۰۳، بحارالانوار، ج ۵۳، ص ۱۷۵، ح۷۔

دشمن کے خطروں سے محفوظ ہو، شیعہ ظلم کا مقابلہ کرنے اور ہمیشہ حق وحقیقت کی پیروی کرنے کی وجہ سے ظالم وستمگر حکام اور مخالفین کے ظلم کا نشانہ بنے رہے ہیں؛ لہٰذا ان کے لئے ایسی شخصیت کا ہونا ضروری ہے جو سختیوں اور پریشانیوں میں ان کی مدد کرے، اور ان کو نابود ہونے سے نجات دے. اس توقیع میں امام زمانہ علیہ السلام اپنے شیعوں کو بشارت دیتے ہیں کہ اگرچہ میں غیبت کی زندگی بسر کر رہا ہوں لیکن پھر بھی تمہاری حمایت کرتا ہوں، اور کبھی بھی دشمن کے نقشوں کو پورا نہیں ہونے دیتا، اور مذہب شیعہ اور شیعوں کو نابودی سے بچالیتا ہوں. تاریخ کے دامن میں [بہت سے] ایسے واقعات موجود ہیں کہ امام علیہ السلام کی امامت کے زمانہ میں جب بھی کوئی مشکل اور پریشانی پیش آئی ہے تو امام زمانہ علیہ السلام نے مدد کی ہے، اور یہ تمام واقعات امام علیہ السلام کے وعدوں کی صداقت کے مکمل نمونے ہیں۔

☆☆☆☆☆

maablib.org

حدیث نمبر ۲۳:

شیعوں سے بلاؤں کا دور کرنا

﴿أَنَا خَاتَمُ الْأَوْصِيَاءِ، وَ بِي يَدْفَعُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ الْبَلَاءَ عَنْ أَهْلِي وَ شِيعَتِي﴾(۱)

”میں خاتم الاوصیاء ہوں اور خداوند عالم میرے سبب اور وسیلہ سے میرے اہل اور میرے شیعوں سے بلاؤں کو دور کرتا ہے“۔

شرح

اس حدیث مبارک کو شیخ صدوق علیہ الرحمہ اور شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے ابونصر خادم سے نقل کیا ہے۔ ابونصر کہتے ہیں:

”جب میں امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو امام علیہ السلام نے مجھ سے سوال کیا: ”کیا مجھے پہچانتے ہو؟“ میں نے عرض کیا: ”جی ہاں“، پھر دریافت فرمایا: ”میں کون ہوں؟“ میں نے عرض کیا: ”آپ میرے مولا و آقا اور میرے مولا و آقا کے بیٹے ہیں“، امام علیہ السلام

(۱) کمال الدین، ج ۲، ص ۴۴۱، ح ۱۲، الغیبۃ طوسی، ص ۲۴۶، ح ۲۱۵، بحار الانوار، ج ۵۲، ص ۳۰، ح ۲۵.

نے فرمایا: ''میں نے تم سے یہ سوال نہیں کیا ہے!''، میں نے عرض کیا: ''خداوند عالم مجھے آپ پر قربان کرے! آپ اپنا تعارف خود ہی فرما دیجئے''، اس وقت امام علیہ السلام نے فرمایا: ''میں خاتم الاوصیاء ہوں اور خداوند عالم میرے سبب سے میرے اہل بیت اور میرے شیعوں سے بلاؤں کو دور کرتا ہے''۔

حدیث کے اس حصہ میں امام علیہ السلام نے دو نکات کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

۱۔ امام علیہ السلام خاتم الاوصیاء ہیں اور وصایت وامامت آپ پر ختم ہوگئی ہے، ممکن ہے کہ یہاں پر وصایت سے مراد وہ وصایت ہو جو فرزند جناب آدم علیہ السلام، ہابیل یا شیث سے شروع ہو کر امام زمانہ علیہ السلام پر ختم ہوئی ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ ''وصایت کے خاتمہ'' سے مراد وہ وصایت ہو جو حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام سے شروع ہوئی ہے. بہر حال آپ کے بعد کوئی امام نہیں ہوگا، جو شخص بھی نبوت کا دعویٰ کرے وہ دعویٰ باطل اور ایسا دعویٰ کرنے والا جھوٹا ہے۔

۲۔ ہمیشہ تاریخ میں امام علیہ السلام کے شیعہ مصائب اور بلاؤں میں مبتلا رہیں گے. امام زمانہ علیہ السلام اس حدیث مبارک میں فرماتے ہیں:

''صرف میری وجہ سے خداوند عالم میرے اہل بیت اور میرے شیعوں سے بلاؤں کو دور کرتا ہے''۔

اس کلام میں دو احتمال پائے جاتے ہیں:

الف) اس سے مراد امام علیہ السلام کی غیبت کا زمانہ ہو؛ اس صورت میں مراد یہ ہے کہ شیعہ غیبت کے زمانہ میں امام زمانہ علیہ السلام کے توسل سے بلاؤں اور مشکلات سے نجات پاسکتے ہیں۔

امام زمانہ علیہ السلام اپنی توقیع میں شیخ صدوق علیہ الرحمہ سے فرماتے ہیں:

"ہم تمہاری سرپرستی اور دیکھ بھال میں کوتاہی نہیں کرتے، اور تمہیں کبھی نہیں بھلاتے، اگر ہم ایسا نہ کرتے تو تم پر بلائیں اور مصیبتیں نازل ہو جاتیں اور دشمن تم کو بالکل نیست و نابود کر دیتے"۔(۱)

ب) اس سے مراد آپ کے ظہور کا زمانہ ہو؛ اس صورت میں مقصود یہ ہے کہ خداوند عالم آپ کے ظہور سے اور تمام ظالموں پر غلبہ کے ذریعہ آپ کے اہل بیت اور شیعوں سے مصائب اور بلاؤں کو دور کرتا ہے۔

[اس کے علاوہ] ان دونوں احتمال کو ایک ساتھ جمع بھی کیا جاسکتا ہے؛ وہ اس طرح کہ امام زمانہ علیہ السلام غیبت اور ظہور کے زمانے میں اپنے شیعوں سے مشکلات اور بلاؤں کو دور کرتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

(۱) احتجاج، ج۲، ص۳۲۳، الخرائج والجرائح، ج۲، ص۹۰۳، بحارالانوار، ج۵۳، ص۱۷۵، ح۷۔

حدیث نمبر ۲۴:

دعا قبول ہونے کی امید

﴿رَبِّ مَنْ ذَا الَّذي دَعاکَ فَلَمْ تُجِبْهُ، وَ مَنْ ذَا الَّذي سَأَلَکَ فَلَمْ تُعْطِهِ، وَ مَنْ ذَا الَّذي ناجاکَ فَخَيَّبْتَهُ، أَوْ تَقَرَّبَ إِلَيْکَ فَأَبْعَدْتَهُ﴾(۱)

''پروردگارا! کون ہے ایسا شخص جس نے تجھ سے دعائیں مانگی ہوں اور تو نے اس کی حاجت روائی نہ کی ہو، اور کون ہے ایسا شخص جس نے تجھ سے درخواست کی ہو لیکن تو نے اس کو عطا نہ کیا ہو، اور کون ہے ایسا شخص جس نے تجھ سے مناجات کی ہو اور تو نے اس کو نا امید کیا ہو، یا خود کو تجھ سے نزدیک کرنے کی کوشش کی ہو اور تو نے اس کو دور کر دیا ہو؟!''

(۱) مہج الدعوات، ص ۲۸۱، البلد الامین، ص ۳۹۳، بحار الانوار، ج ۹۲، ص ۲۶۷، ح ۳۳۔

شرح

یہ فقرہ مشہور و معروف ''دعائے علوی'' کا ایک حصہ ہے. محمد بن علی علوی حسینی مصری ایک مکاشفہ (غیبی اسرار کا ظاہر ہونا) میں حضرت امام زمانہ علیہ السلام کی خدمت میں مشرف ہوئے اور آپ سے یہ دعا حاصل کی جس کو پڑھنے سے انھوں نے اپنی مراد پائی۔

امام علیہ السلام نے اس دعا (جو انسان میں امید کی کرن پیدا کرتی ہے) میں انسان کو یہ سبق دیتے ہیں کہ بارگاہ خداوندی میں حاضر ہونا اور دعا کرنے سے ناامید نہ ہو؛ کیونکہ خداوند عالم کسی کو بھی خالی ہاتھ نہیں لوٹاتا اور کسی بھی دعا کو شرف قبولیت کے بغیر نہیں چھوڑتا۔

یہاں پر ممکن ہے کہ کوئی یہ سوال کرے: ''[اگر ایسا ہے تو] انسان کی بہت سی دعائیں کیوں قبول نہیں ہوتیں؟ بہت سے انسان مرادیں مانگتے ہیں لیکن وہ پوری نہیں ہوتیں، وغیرہ وغیرہ، لہٰذا اس حدیث کا مقصد کیا ہے؟''

اس سوال کے جواب میں ہم کہتے ہیں:

پہلے یہ کہ انسان بعض اوقات کسی چیز کو پسند نہیں کرتا جبکہ اس میں اس کی بھلائی ہوتی ہے یا کسی چیز کو طلب کرتا ہے جس میں اس کی صلاح نہیں ہوتی؛ لیکن پھر بھی خداوند عالم سے اس چیز کو طلب کرتا ہے. ایسی صورت میں خداوند عالم اس کی دعا ظاہری طور پر قبول نہیں کرتا، لیکن اس کے بدلے دوسری نعمتیں عطا کرتا ہے، یا اس

کے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔

دوسرے یہ کہ مرادوں کا پورا ہونا شرائط کے موجود ہونے اور موانع کے نہ ہونے سے وابستہ ہوتا ہے. شرائط نہ ہونے اور موانع ہونے کی صورت میں انسان چاہے جتنی دعا کرے اس کی دعا قبول نہیں ہوتی. اسی طرح دعا کے لئے بھی کچھ آداب ہیں جن کی رعایت بہت ضروری ہے، اوران کی رعایت کئے بغیر دعا قبول نہیں ہوتی. جس کی پہلی شرط "عبد خدا" ہونا ہے، دوسری شرط یہ ہے کہ انسان نے کسی کا دل نہ دکھایا ہو. جو شخص کسی کا دل دکھاتا ہے وہ کس طرح امید رکھتا ہے کہ اس کی دعائیں قبول ہوں؟ دل شکستہ کی بددعا بہت جلد بارگاہ خداوندی میں پہنچتی اور مستجاب ہوتی ہے۔

☆☆☆☆☆

maablib.org

حدیث نمبر ۲۵:

دوسروں کے مال کا احترام کرنا

﴿فَلَا یَحِلُّ لِأَحَدٍ أَنْ یَتَصَرَّفَ مِنْ مَالِ غَیْرِہِ بِغَیْرِ إِذْنِہِ﴾(۱)

"کسی انسان کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ مالک کی اجازت کے بغیر اس کے مال کو استعمال کرے"۔

شرح

یہ حدیث امام زمانہ علیہ السلام کے اس جواب کا ایک حصہ ہے جس کو آپ نے اسدی کے سوالوں کے جواب میں تحریر فرمایا ہے۔

امام علیہ السلام نے اس مطلب کی طرف اشارہ کیا ہے جس کی طرف درج ذیل آیہ مبارکہ میں اشارہ ہوا ہے، اس آیت میں خداوند عالم نے حکم دیا ہے:

﴿لَا تَأْکُلُوا أَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَکُونَ تِجَارَۃً عَنْ

---

(۱) کمال الدین، ص ۵۲۱، ح ۴۹، احتجاج، ج ۲، ص ۲۹۹، بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۱۸۳، ح ۱۱، وسائل الشیعہ، ج ۹، ص ۵۳۰ تا ۵۴۱، ح ۱۲۶۷۰۔

تَرَاضٍ مِنكُمْ ﴾(۱)

''[اے ایمان والو!] آپس میں ایک دوسرے کے مال کو ناحق طریقہ سے نہ کھایا کرو، مگر یہ کہ باہمی رضامندی سے معاملہ کرلو''۔

مسلمانوں کا مال، ان کی جان اور عزت کی طرح محفوظ رہنا چاہئے، دوسروں کو یہ حق نہیں ہے کہ کسی کے مال کی طرف بری نگاہ سے دیکھے. دوسرے کے مال کا مالک بن جانا اگر شرعی اور عرفی اسباب (جیسے تجارت، رضایت، عطاو بخشش، ارث، کرایہ یا شریعت میں بیان شدہ قوانین) کے تحت نہ ہو تو پھر مشکلات کے علاوہ کوئی نتیجہ نہیں ہوگا. اس آیہ مبارکہ اور حدیث شریفہ میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ دوسروں کے مال کو ان کی اجازت یا ان کی مرضی سے استعمال کرنا چاہئے اور کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ دوسروں کے مال پر قبضہ کرلے اور اس کا مالک بن جائے۔

☆☆☆☆☆

maablib.org

(۱) سورۂ نساء، آیت ۲۹.

حدیث نمبر۲۶:

حضرت زہرا(س) امام مہدی علیہ السلام کے لئے نمونہ

﴿وَ فِي إِبْنَةِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وآله لِي أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾(۱)

''بنت پیغمبر اکرم صلى الله عليه وآله (جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا) میرے لئے بہترین نمونہ ہیں''۔

شرح

شیخ طوسی علیہ الرحمہ اپنی کتاب ''الــغیبة'' میں امام حسن عسکری علیہ السلام کی جانشینی کے بارے میں شیعوں کی ایک جماعت کے ساتھ ابن ابی غانم قزوینی کے اختلاف کو بیان کرتے ہیں. ابن ابی غانم، امام حسن عسکری علیہ السلام کی جانشینی کا عقیدہ نہیں رکھتا تھا. بہت سے شیعوں نے امام زمانہ علیہ السلام کو خط لکھ کر ابن ابی غانم اور شیعوں کے مسئلہ کو بیان کیا۔

امام زمانہ علیہ السلام نے اپنے دست مبارک سے خط لکھا اور اپنے شیعوں کے

(۱) الغیبة، طوسی، ص۲۸۶، ح۲۴۵، احتجاج، ج۲، ص۲۷۹، بحارالانوار، ج۵۳، ص۱۸۰، ح۹.

لئے فتنہ وفساد اور ضلالت سے محفوظ رہنے، روح یقین اور سرانجام بخیر ہونے کی دعا کرتے ہوئے نیز چند چیزوں کی یاددہانی کے بعد فرماتے ہیں:

"جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا بنت رسولؐ اس مسئلہ میں میرے لئے بہترین نمونہ ہیں"۔

اس سلسلہ میں کہ امام زمانہ علیہ السلام نے حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی کس رفتار یا گفتار کو اپنے لئے سرمشق قرار دیا ہے، چند مختلف احتمالات پائے جاتے ہیں. ہم یہاں پر ان میں سے صرف تین احتمال کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

۱۔ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا نے اپنی بابرکت عمر کے آخری لمحات تک کسی ظالم کی بیعت نہ کی. اسی طرح امام زمانہ علیہ السلام نے بھی کسی ظالم و ستمگر حاکم کی بیعت نہیں کی ہے۔

۲۔ اس خط کے لکھے جانے کا سبب یہ ہے کہ بعض شیعوں نے آپ کی امامت کو قبول نہیں کیا ہے. چنانچہ امام زمانہ علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اگر میں کرسکتا تھا یا مجھے اس چیز کی اجازت ہوتی تو ایسا کام کرتا کہ تم پر حق مکمل طور پر واضح ہوجاتا اور تمہارے لئے ذرا بھی شک باقی نہ رہتا؛ لیکن میرے لئے حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نمونہ ہیں. آپ نے جب یہ دیکھ لیا کہ حضرت علی علیہ السلام کی حکومت کو غصب کرلیا گیا تو بھی آپ نے خلافت کو حاصل کرنے کے لئے غیر معمولی

اسباب کا سہارا نہیں لیا. میں بھی انھیں کی پیروی کرتا ہوں، اور اپنے حق کو ثابت کرنے کے لئے غیر معمولی راستہ کو طے نہیں کرتا"۔

۳۔امام زمانہ علیہ السلام نے اپنے جواب میں فرمایا:

"اگر تمہاری ہدایت اور امداد کی نسبت ہمارا اشتیاق اور بہت محبت نہ ہوتی تو ہم نے جو ظلم برداشت کیے ہیں تم لوگوں سے منھ موڑ لیتے"۔

امام زمانہ علیہ السلام حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنا چاہتے ہیں: جیسا کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا پر دشمنوں نے ظلم وستم کیے اور اس سلسلہ میں مسلمانوں نے بھی خاموشی اختیار کی، لیکن ان میں سے کوئی چیز بھی سبب نہ بنی کہ آپ نے مسلمانوں کے حق میں دعائے خیر سے ہاتھ کھینچ لیا ہو، بلکہ آپ دوسروں کے لئے پہلے دعائیں کیا کرتی تھیں. اسی طرح میں بھی ان تمام ظلم اور انکار کو برداشت کرتا ہوں، اور تمہارے لئے ہم دردی، رہنمائی اور دعا وغیرہ کو ترک نہیں کرتا۔

☆☆☆☆☆

maablib.org

حدیث نمبر ۲۷:

شک میں ڈالنے کی ممانعت

﴿لاٰ عُذْرَ لِأَحَدٍ مِنْ مَوٰالِينٰا فِي التَّشْكِيكِ فِيمٰا يُؤَدِّيهِ عَنّٰا ثِقٰاتُنٰا﴾(۱)

''جو [چیزیں] موثق راوی تمہارے لئے ہم سے روایات نقل کرتے ہیں ان میں شک ڈالنے کے سلسلہ میں ہمارے شیعوں میں سے کسی کا کوئی عذر [قبول] نہیں ہے''۔

شرح

یہ کلام امام زمانہ علیہ السلام کی اس توقیع کا ایک حصہ ہے جس کو آپ نے ''احمد بن ہلال عبرتائی'' کے بارے میں اور اس سے دوری کے سلسلہ میں ''قاسم بن علا'' کے لئے تحریر فرمایا ہے۔

فقہائے کرام نے اصول کی استدلالی کتابوں میں ''خبر واحد کی حجیت'' کو ثابت کرنے کے لئے اس روایت سے تمسک کیا ہے؛ کیونکہ حقیقت میں امام علیہ

(۱) رجال کشی، ج ۲، ص ۸۱۶، بحار الانوار، ج ۵۰، ص ۳۱۸، ح ۳۱۹ تا ۱۵، وسائل الشیعہ، ج ۱، ص ۳۸، ح ۶۱۔

السلام نے اس روایت میں ان لوگوں کی روایت قبول کرنے اوران کی پیروی کرنے کی تاکید فرمائی جوثقہ اور مورد اطمینان ہوں اور اہل بیت علیہم السلام کی سنت کونقل کرتے ہوں۔

مضمون حدیث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کسی شخص کو یہ حق نہیں ہے کہ جن روایات کواہل بیت علیہم السلام کے ثقہ راوی بیان کریں ان میں شک کرے اوران پرعمل نہ کرے، مگر اس صورت میں جب ان کے غلط ہونے کا علم ہوجائے، کیونکہ یہ ثقہ حضرات ان اصحاب میں سے ہیں جو اہل بیت علیہم السلام کی تعلیمات کی نشرو اشاعت میں واسطہ ہیں، اوران کی روایات میں شک کرنا اس بات کا سبب بنتا ہے کہ اہل بیت علیہم السلام کی جانب سے کوئی چیز ہم تک نہ پہنچے۔

قابل ذکر ہے کہ وثاقت کے مختلف درجے ہوتے ہیں جن میں سے بعض عدالت کے برابر بلکہ عدالت سے بھی بالاتر ہوتے ہیں. جیسا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اہل کوفہ کے نام خط میں حضرت مسلم بن عقیل کے لئے جو الفاظ استعمال کئے ہیں وہ عدالت سے بھی مافوق ہیں؛ چنانچہ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

''میں تمہاری طرف اپنے بھائی، چچازاد اور اپنے خاندان کی مورد وثوق شخصیت مسلم بن عقیل کوبھیج رہا ہوں''۔(۱)

---

(۱) الارشاد، شیخ مفید، ج۲، ص۳۹؛ اعلام الوری، ج۱، ۴۳۶؛ بحارالانوار، ج۴۴، ص۳۳۴.

حدیث نمبر۲۸:

شک وشبہات میں مبتلا نہ ہونا

﴿لاَ تَشُکَّنَّ فَوَدَّ الشَّیْطَانُ اَنَّکَ شَکَکْتَ﴾(۱)

''ہرگز اپنے اندر شک وشبہات پیدا نہ ہونے دو، کیونکہ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ تم شک میں مبتلا ہو جاؤ''۔

شرح

شیخ کلینی علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ حسن بن نضر سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ جس وقت میں امام حسن عسکری علیہ السلام کے بیت الشرف میں داخل ہوا، ایک سانولے رنگ کے شخص کو دیکھا جو وہاں پر کھڑا ہوا تھا۔اس نے مجھ سے کہا: ''کیا تم حسن بن نضر ہو؟'' میں نے کہا:''ہاں''، اس نے کہا:''اندر آ جاؤ''، چنانچہ میں امام علیہ السلام کے بیت الشرف میں وارد ہو گیا، اس کے بعد میں نے ایک کمرہ پر پردہ لٹکا دیکھا اور کمرے کے اندر سے آوز آئی:

''اے حسن بن نضر! جو نعمتیں خداوند عالم نے تم کو عطا کی ہیں ان پر شکر

(۱) کافی، ج۱، ص۵۱۸، ح۳، بحارالانوار، ج۵۱، ص۳۰۹، ح۲۵۔

گزار رہو، اور اپنے اندر شک وشبہات کو جگہ نہ دو، کیونکہ شیطان یہی چاہتا ہے کہ تمہارے اندر شک پیدا ہو...''۔

چونکہ حسن بن نضر اور شیعوں کی ایک جماعت آپ کی وکالت اور دوسرے امور میں شک کرتے تھے۔ [کیونکہ] امامت اور اسلامی معاشرہ کی رہبری (جو اعتقادی مسائل میں سے ہے) میں شک کرنا دین کی تباہی کا سبب ہوتا ہے، اسی وجہ سے امام علیہ السلام نے شک وتردید سے ڈرایا ہے۔

اس حدیث مبارک سے چند نکات معلوم ہوتے ہیں:

۱۔ چونکہ امام زمانہ علیہ السلام حسن بن نضر کے دل کی باتوں سے باخبر تھے، جس سے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ امام علیہ السلام علم غیب جانتے ہیں۔

۲۔ امام زمانہ علیہ السلام اگرچہ غیبت کے عالم میں زندگی بسر کر رہے ہیں لیکن پھر بھی اپنے شیعوں کی نسبت فکرمند رہتے ہیں، اور شیعوں کو پریشانی، گمراہی اور بلاؤں سے نجات دیتے ہیں۔

۳۔ اعتقادی مسائل میں شک کرنے کے بہت سے نقصانات ہیں؛ کیونکہ یہ کسی چیز پر پابند نہ رہنے اور دینی یقین نہ ہونے کا سبب ہوتا ہے، ہمیں اپنے اور دوسرے لوگوں کے ایمان کو مستحکم کرنا چاہئے اور اگر شک وشبہات پیدا ہو جائیں تو ان کو جوابات دے کر دور کرنا چاہئے۔

۴۔ شیطان کے بہکانے کا ایک راستہ لوگوں کے دینی عقائد کے سلسلہ میں شک وشبہات پیدا کرنا ہے، اس حدیث کے مطابق انسان کی اس حالت کو شیطان

بہت پسند کرتا ہے۔

۵۔ انسان کو اپنی ذات اور معاشرہ کے لوگوں سے شک و شبہات کو دور کرنا چاہئے، جیسا کہ امام علیہ السلام نے بھی یہی کوشش کی ہے کہ حسن بن نضر اور شیعوں کے ایک گروہ سے شک و شبہات کو دور فرمائیں. قرآن کریم نے ۱۵ مقامات پر شک کی مذمت کی ہے، اور شک کرنے والے کو غور وفکر کی دعوت دی ہے، کیونکہ غور وفکر کے نتیجہ میں انسان سے شک دور ہو جاتا ہے اور وہ یقین کی منزل پر فائز ہو جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆

maablib.org

حدیث نمبر ۲۹:

امام زمانہ علیہ السلام کا انکار کرنے والوں کا حکم

﴿لَيْسَ بَيْنَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَبَيْنَ أَحَدٍ قَرابَةٌ، وَمَنْ أَنْكَرَنِي فَلَيْسَ مِنِّي، وَسَبِيلُهُ سَبِيلُ ابْنِ نُوحٍ﴾(۱)

''خداوند عالم کی کسی سے کوئی رشتہ داری نہیں ہے، جو میرا انکار کرے وہ مجھ سے نہیں ہے اور اس کا راستہ فرزند نوح کے راستہ کی طرح ہے''۔

شرح

یہ کلام امام زمانہ علیہ السلام کے ان جوابات کا ایک حصہ ہے جن کو اسحاق بن یعقوب کے سوالوں کے جواب میں لکھا ہے. ان سوالات میں سے ایک سوال یہ بھی تھا کہ اس شخص کا حکم کیا ہے جو اہل بیت علیہم السلام اور پیغمبر اکرم ﷺ کی نسل سے ہو نیز اس کا شمار امام زمانہ علیہ السلام کے چچا زاد بھائیوں میں ہوتا ہے لیکن وہ امام

(۱) کمال الدین، ص۴۸۳، ح ۳، الغیبۃ، طوسی، ص۲۹۰، ح ۲۴۷، احتجاج، ج ۲، ص۲۸۳، کشف الغمۃ، ج ۳، ص ۳۳۹، اعلام الوریٰ، ج ۲، ص ۲۷۰، الخرائج والجرائح، ج ۳، ص ۱۱۱۳، بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۱۸۰، ح ۱۰۔

زمانہ علیہ السلام کا منکر ہے، موصوف نے سوال کیا: کیا جو شخص آپ کا منکر ہے اور نسل رسولؐ سے ہے کیا وہ گمراہ ہے یا نہیں؟ امام علیہ السلام نے اس سوال کے جواب میں اس نکتہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

"خداوند عالم کی کسی سے کوئی رشتہ داری نہیں ہے، جس کی وجہ سے وہ کسی کی رعایت کرے؛ لہٰذا اگر کوئی خدا کی نافرمانی کرے (چاہے وہ کوئی بھی ہو) اس کا سرانجام نار جہنم ہے۔

خدا کی نافرمانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اپنے زمانہ کے امام کی امامت اور اس کے وجود کا انکار کرے. جو اس راستہ پر چلے اس نے فرزند نوح کا راستہ طے کیا ہے. وہ جس کی بھی پناہ حاصل کرے اس کو نجات نہیں مل سکتی؛ جس طرح پہاڑ کی بلند چوٹی فرزند نوح کو نجات نہ دے سکی"۔

اس حدیث کی وہ روایت بھی تائید کرتی ہے جس کو شیعہ و سنی کتب احادیث نے بیان کیا ہے، جس میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"میرے اہل بیت کی مثال نوح کی کشتی جیسی ہے جو اس میں سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا اور جس نے اس سے روگردانی کی وہ غرق ہو گیا"۔(۱)

---

(۱) بصائر الدرجات، ص ۲۹۷، ح ۴؛ مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۱۵۱.

حدیث نمبر ۳۰:

امام زمانہ علیہ السلام کو اذیت پہنچانے والے

﴿قَدْ آذانا جُهَلاءُ الشّيعَةِ وَحُمَقاؤُهُمْ، وَمَنْ دِينُهُ جِناحُ الْبَعُوضَةِ أَرْجَحُ مِنْهُ﴾(۱)

''کم عقل اور نادان شیعہ اور جن کی دینداری سے مضبوط مچھر کے بال و پر ہوتے ہیں، ہم کو اذیت اور تکلیف پہچاتے ہیں''۔

شرح

یہ کلام حضرت امام زمانہ علیہ السلام کی اس توقیع کا ایک حصہ ہے جس کو آپ نے محمد بن علی بن ہلال کرخی کے لئے بھیجا ہے. یہ توقیع اس غالی گروہ کی ردّ میں ہے جو ائمہ علیہم السلام کو خداوند عالم کے علم اور اس کی قدرت میں شریک مانتے ہیں!

شیعوں کا ایک فریضہ یہ [بھی] ہے کہ ائمہ علیہم السلام کو اسی طرح مانیں کہ جس طرح سے ہیں، نہ عام لوگوں کی طرح، لہٰذا نہ ان کی عظمت گھٹائیں اور نہ خداوند عالم کی قدرت وغیرہ میں ان کو شریک قرار دیں۔

---

(۱) احتجاج، ج ۲، ص ۲۸۹، بحار الانوار، ج ۲۵، ص ۲۶۷، ح ۹۔

حضرات ائمہ علیہم السلام کی عظمت متعدد روایات میں بیان ہوئی ہیں، لہٰذا ان کا مطالعہ کریں اور ائمہ معصومین علیہم السلام کے سلسلہ میں اپنے نظریہ کی اصلاح کریں۔

اہل غلو کی رفتار و گفتار اس بات کا سبب ہوئی ہے کہ مخالفوں نے شیعوں کو کافر کہنا شروع کر دیا، اور بعض لوگوں نے شیعوں کے نجس اور واجب القتل ہونے کا فتویٰ دیا۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نہج البلاغہ میں ایک حدیث کے ضمن میں فرماتے ہیں:

"میرے سلسلہ میں دو طرح کے لوگ ہلاک ہو جائیں گے: ایک وہ جو مجھ سے دوستی میں زیادہ روی کرے، دوسرے وہ جو میری دشمنی میں میری عظمت گھٹائے"۔(۱)

☆☆☆☆☆

(۱) نہج البلاغہ، حکمت ۴۶۹؛ بحار الانوار، ج۳۹، ص۲۹۵، ح۹۶۔

حدیث نمبر ۳۱:

تکلف اور زحمت میں ڈالنے سے ممانعت

﴿لا تتکلّفوا عِلْمَ ما قَدْ کُفیتُمْ﴾ (۱)

"جس چیز کا علم تم سے طلب نہیں کیا گیا ہے اس سلسلہ میں خود کو زحمت و مشقت میں نہ ڈالو"۔

شرح

اس حدیث کو حضرت امام زمانہ علیہ السلام نے اسحاق بن یعقوب کے سوال کے جواب میں تحریر کیا ہے۔

اس حدیث شریف سے چند نکات معلوم ہوتے ہیں جن میں سے بعض کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے:

۱۔ تمام لوگ عقل اور فہم و شعور کے لحاظ سے برابر نہیں ہیں، بعض لوگ فلسفی، عقلی اور استدلالی مطالب کو سمجھ سکتے ہیں لیکن بعض میں اتنی قابلیت نہیں ہوتی؛ لہٰذا ہر انسان اپنی استعداد اور فہم و شعور کے لحاظ سے سمجھنے کی کوشش کرے، اور اس سے زیادہ اپنے کو

(۱) کمال الدین، ج ۲، ص ۴۸۵، ح ۱۰، احتجاج، ج ۲، ص ۲۸۳، بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۱۸۱، ح ۱۰۔

زحمت میں نہ ڈالے؛ کیونکہ نمونہ کے طور پر جو شخص عرفانی مطالب کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتا اگر ان بحثوں میں وارد ہوگا تو یقیناً بہت سی مشکلات سے دوچار ہوگا اور بہت ممکن ہے کہ وہ گمراہ بھی ہو جائے۔

۲۔ شارع مقدس اسلام نے بعض مطالب کو نہیں واضح کرنا چاہا ہے، امام علیہ السلام اس روایت میں فرماتے ہیں:

''اسی مقدار پر قناعت کرو جتنا تمہارے لئے واضح ہے اور جو چیزیں تم سے مخفی رکھی گئیں ہیں ان کو سمجھنے کے لئے خود کو زحمت میں نہ ڈالو''۔

مثال کے طور پر، بہت سے لوگ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ امام زمانہ علیہ السلام کہاں رہتے ہیں؟ وغیرہ وغیرہ، ان چیزوں کا علم ہم سے مخفی ہے. جو بات ہم پر واضح ہے وہ یہ ہے کہ امام زمانہ علیہ السلام زندہ ہیں. ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ ہم آپ کے ظہور کے لئے حالات فراہم کریں. ہمیں اس طرح کی چیزوں کی معلومات حاصل کرنے کے لئے خود کو زحمت میں نہیں ڈالنا چاہئے، کیونکہ ان چیزوں کا ہمارے لئے کوئی فائدہ نہیں ہے؛ لہٰذا اس کا علم بھی ہمیں نہیں ہے۔

۳۔ اسی طرح مثال کے طور پر اگر کسی کا کپڑا پاک ہے اور یہ شک کرے کہ نجس ہوا ہے یا نہیں؟ تو اس لباس کو پاک سمجھے؛ لیکن بعض لوگ اس پر اکتفا نہیں کرتے اور خود کو زحمت میں ڈالتے ہیں اور احتمالی نجاست کو ڈھونڈنے کے لئے تمام کپڑوں کو دیکھتے ہیں تاکہ علم حاصل ہو جائے! لیکن ہم سے ایسا علم طلب نہیں کیا گیا ہے۔

☆☆☆☆☆

حدیث نمبر ۳۲:

توحید کا اقرار اور غلو کی نفی

﴿إِنَّ اللهَ تَعَالٰی هُوَ الَّذِي خَلَقَ الْأَجْسَامَ وَقَسَّمَ الْأَرْزَاقَ، لِأَنَّهُ لَيْسَ بِجِسْمٍ وَلَا حَالٌّ فِي جِسْمٍ، لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ، وَأَمَّا الْأَئِمَّةُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ فَإِنَّهُمْ يَسْأَلُونَ اللهَ تَعَالٰی فَيَخْلُقُ، وَيَسْأَلُونَهُ فَيَرْزُقُ، إِيجَاباً لِمَسْأَلَتِهِمْ وَإِعْظَاماً لِحَقِّهِمْ﴾(۱)

"صرف خداوند عالم نے ہی جسموں کو خلق کیا اور اس نے ان کو روزی تقسیم کی ہے؛ کیونکہ وہ جسم یا جسم میں سمانے والا نہیں ہے، کوئی چیز اس کے مثل نہیں ہے، وہ سننے والا اور عالم ہے، لیکن جب ائمہ معصومین علیہم السلام خداوند عالم سے کسی چیز کی درخواست کرتے ہیں تو خداوند عالم

(۱) الغیبۃ، طوسی، ص۲۹۴، ح۲۴۸، احتجاج، ج۲، ص۲۸۵، بحار الانوار، ج۲۵، ص۳۲۹، ح۴۔

اس کو خلق کرتا ہے. وہ جب خدا سے طلب کرتے ہیں تو وہ ان کو عطا کردیتا ہے. خدا یہ کام اس لئے کرتا ہے کہ اس نے اپنے لئے ضروری قرار دیا ہے کہ ان حضرات کی دعاؤں کو قبول کرے، اور ان کی شان کو بلند فرمائے"۔

شرح

شیخ طوسی علیہ الرحمہ اپنی کتاب الغیبۃ میں نقل کرتے ہیں کہ شیعوں کی ایک جماعت نے اہل بیت علیہم السلام کی عظمت کے سلسلہ میں اختلاف کیا. جن میں سے بعض لوگوں کا عقیدہ تھا کہ خداوند عالم نے قدرت خلق اور رزق و روزی کو ائمہ معصومین [علیہم السلام] کے حوالہ کردیا ہے. ان کے مقابل دوسرے گروہ کا عقیدہ یہ تھا کہ یہ چیز ائمہ معصومین [علیہم السلام] کے لئے محال ہے، اور خداوند عالم کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ خلقت اور رزق کے مسئلہ کو ائمہ علیہم السلام کے حوالہ کردے؛ کیونکہ صرف خداوند عالم کی ذات ہی جسموں کو خلق کرنے پر قادر ہے۔

اس مسئلہ میں شیعوں کے درمیان بہت زیادہ اختلاف ہوگیا تھا. چنانچہ اس مجمع میں موجود ایک شخص نے کہا: "تم لوگ ابو جعفر محمد بن عثمان عمری (امام علیہ السلام کے دوسرے نائب خاص) کے پاس کیوں نہیں جاتے، اور اس سلسلہ میں ان سے سوال کیوں نہیں کرلیتے تاکہ تم پر حقیقت واضح ہوجائے. وہی ہمارے اور امام زمانہ علیہ السلام کے درمیان واسطہ ہیں"۔

شیعوں کے دونوں گروہ اس بات پر آمادہ ہو گئے، اور ایک خط لکھا جس میں اس اختلاف کے بارے میں سوال کیا. امام علیہ السلام نے ان کے جواب میں تحریر فرمایا:

''خالق کو جسم نہیں ہونا چاہیے اور رازق کو روزی نہیں کھانی چاہیے؛ نتیجہ یہ ہے کہ ہم چونکہ صاحب جسم ہیں، اور روزی کھاتے ہیں، لہٰذا ہم نہ خالق ہیں اور نہ رازق؛ لیکن خداوند عالم نے ہمارے رتبہ کو بلند قرار دیا ہے، وہ ہماری درخواستوں کو قبول کرتا ہے؛ لہٰذا جب ہم کوئی دعا کرتے ہیں تو وہ اس کو قبول کرتا ہے، نہ یہ کہ ہم خدا سے درخواست کے بغیر خود اس کام کی قدرت رکھتے ہوں''۔

☆☆☆☆☆

maablib.org

حدیث نمبر۳۳:

امام زمانہ علیہ السلام کی محبت

﴿فَلْيَعْمَلْ كُلُّ امْرِءٍ مِنْكُمْ بِمَا يَقْرُبُ بِهِ مِنْ مَحَبَّتِنَا، وَيَتَجَنَّبُ مَا يُدْنِيهِ مِنْ كَرَاهَتِنَا وَسَخَطِنَا﴾(۱)

''لہٰذا تم میں سے ہر شخص کو ایسے کام کرنا چاہیے جو ہماری محبت اور دوستی میں اضافہ کا سبب بنیں، اور جو چیزیں ہمیں ناپسند ہیں، اور جو چیزیں ہماری ناراضگی و کراہت کا سبب بنتی ہیں ان سے پرہیز کرے''۔

شرح

یہ تحریر امام زمانہ علیہ السلام کے خط کا ایک حصہ ہے جس کو آپ نے شیخ مفید علیہ الرحمہ کے لئے لکھی ہے. امام زمانہ علیہ السلام نے موصوف کی تائید اور شیعوں کے لئے بعض سفارش تحریر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

(۱) احتجاج، ج۲، ص۳۲۳ تا ۳۲۴، بحار الانوار، ج۵۳، ص۱۷۶، ح۷.

''تم شیعوں میں سے ہر شخص کو ایسا کام کرنا چاہئے جس سے ہم اہل بیت [علیہم السلام] کی محبت اور دوستی میں اضافہ ہو اور جو چیزیں ہمیں نا پسند ہیں، اور ہماری ناراضگی و کراہت کا سبب بنتی ہیں ان سے پرہیز کریں''۔

یہ بات واضح ہے کہ اہل بیت علیہم السلام کی محبت اور کراہت انفرادی اور ذاتی پہلو نہیں رکھتی، بلکہ اس کا معیار رضائے الٰہی ہے؛ کیونکہ جب اہل بیت علیہم السلام یہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ ان کے شیعہ اور ان سے نسبت رکھنے والے ایسے کام کرتے ہیں جن سے خداوند عالم راضی اور خوشنود ہوتا ہے، اور جن کاموں سے خدا غضبناک ہوتا ہے ان سے پرہیز کرتے ہیں تو یہ حضرات خوش ہوتے ہیں اور اس پر فخر کرتے ہیں۔ امام علیہ السلام کے اسی خط میں ہم دیکھتے ہیں کہ شیخ مفید علیہ الرحمہ کی شان میں کتنے بہترین الفاظ استعمال کئے گئے ہیں:

خدا کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے۔ (خدا کی حمد و ثنا کے بعد) سلام ہو تم پر اے ہمارے دوست اور مخلص دیندار! تم ہمارے مقام [اور عظمت] پر یقین رکھتے ہو، بے شک ہم تمہارے وجود کی بنا پر اس خدا کا شکر بجا لاتے ہیں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ اور اس کی بارگاہ سے اپنے مولا و آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی آل طاہرین [علیہم السلام] پر درود کی درخواست کرتے ہیں۔ (خداوند عالم اپنی نصرت و

مدد کی توفیق جاری رکھے، اور ہماری نسبت سچ باتوں کی وجہ سے خداوند عالم آپ کو عظیم اجر و ثواب عنایت فرمائے) کہ ہمیں اس بات کی اجازت دی گئی ہے کہ آپ کو خط لکھنے کے شرف سے نوازیں"۔(۱)

ہمارے لئے ضروری ہے کہ اگر ہم اپنے مولا و آقا حضرت امام زمانہ علیہ السلام کی محبت کو حاصل کرنا اور آپ کے غضب اور ناراضگی سے دور رہنا چاہیں تو ایسا کوئی کام نہ کریں جس کی بنا پر آپ سے دور ہو جائیں اور آپ کی عنایت اور توجہ سے محروم ہو جائیں؛ دوسری طرف سے ہماری کوشش یہ ہونی چاہئے کہ ہم ایسے اعمال انجام دیں اور ایسا کردار اپنائیں جن کے ذریعہ آپ سے زیادہ نزدیک ہو جائیں۔

☆☆☆☆☆

maablib.org

(۱) احتجاج، ج ۲، ص ۳۲۲، بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۱۷۵، ح ۷۔

حدیث نمبر ۳۴:

ہدفِ بعثت

﴿إِنَّ اللهَ تَعالٰی لَمْ يَخْلُقِ الْخَلْقَ عَبَثاً، وَلا أَهْمَلَهُمْ سُدىً، بَلْ خَلَقَهُمْ بِقُدْرَتِهِ، وَ جَعَلَ لَهُمْ أَسْماعاً وَ أَبْصاراً وَ قُلُوباً وَ أَلْباباً، ثُمَّ بَعَثَ إِلَيْهِمُ النَّبِيِّينَ (علیہم السلام) مُبَشِّرِينَ وَ مُنْذِرِينَ، يَأْمُرُونَهُمْ بِطاعَتِهِ وَ يَنْهَوْنَهُمْ عَنْ مَعْصِيَتِهِ، وَ يُعَرِّفُونَهُمْ ما جَهِلُوهُ مِنْ أَمْرِ خالِقِهِمْ وَ دِينِهِمْ، وَ أَنْزَلَ عَلَيْهِمْ كِتاباً...﴾(۱)

"بے شک خداوند عالم نے لوگوں کو بیہودہ خلق نہیں فرمایا ہے، اور بے کار نہیں چھوڑ دیا ہے؛ بلکہ ان کو اپنی قدرت سے خلق فرمایا ہے اور ان کو آنکھ، کان، دل اور عقل دی ہے؛ اس کے بعد ان کی طرف بشارت

(۱) الغیبۃ طوسی، ص ۲۸۸، ح ۲۳۶، احتجاج، ج ۲، ص ۲۸۰، بحارالانوار، ج ۵۳، ص ۱۹۴، ح ۲۱.

دینے والے اور ڈرانے والے انبیاء کو بھیجا تا کہ لوگ خدا کی اطاعت کریں اور اس کی نافرمانی سے پرہیز کریں، اور اپنے خدا و دین کی نسبت جن چیزوں سے جاہل ہیں ان کو سیکھیں، اور ان کے لئے کتاب نازل کی ہے...''۔

شرح

یہ مطالب امام زمانہ علیہ السلام کے اس جواب کا ایک حصہ ہیں جس کو احمد بن اسحاق کے جواب میں تحریر فرمایا ہے۔

احمد بن اسحاق کہتے ہیں:

''بعض شیعہ حضرات میرے پاس آئے اور جعفر بن علی کے ادعا کی خبر دی کہ وہ خود کو امام حسن عسکری علیہ السلام کے بعد امام قرار دیتے ہوئے لوگوں کو اپنی طرف دعوت دیتا تھا، وہ دعویٰ کرتا تھا کہ تمام علوم منجملہ حلال و حرام کا علم میرے پاس ہے''۔

احمد بن اسحاق نے ایک خط میں ان تمام چیزوں کو لکھا اور امام زمانہ علیہ السلام کے لئے روانہ کیا۔ امام علیہ السلام نے جواب میں چند چیزوں کی یاددہانی کی جیسے خلقت انسان کا مقصد اور انبیاء علیہم السلام کی رسالت کا ہدف، تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ ہر کس و ناکس امت کی رہبری اور امامت کا دعویٰ کرنے کا حق نہیں رکھتا؛ اسی طرح لوگوں کو یہ نکتہ بھی معلوم ہو جائے کہ [ہم] خدا کی طرف سے ہمیشہ امتحان

گاہ میں ہیں، اوران کی تمام رفتار وگفتار اوران کے عقائد کے بارے میں سوال ہوگا.
ایسا نہیں ہے کہ انسان کو اس کے حال پر چھوڑ دیا گیا ہوتا کہ دوسرے حیوانات کی طرح زندگی گزارے، اور ایک مدت بعد اپنے کو نابود ہوتا دیکھے، بلکہ انسان کو سوچنے سمجھنے کے وسائل (آنکھ، کان، دل ودماغ) عطا کئے گئے ہیں تا کہ ان کی مدد اور انبیاء علیہم السلام کی نصرت سے کائنات کے حقائق کو سمجھ لیں کہ کس طرح ہمیں زندگی بسر کرنا ہے، اور اس دنیا میں سعادت اور کامیابی تک پہنچنے کے لئے کونسا راستہ طے کرنا ہے۔

امام زمانہ علیہ السلام کے خط کے اس حصہ کا مقصد یہ ہے کہ انسان تنہا اپنے راستہ کا انتخاب نہیں کرسکتا، لہٰذا خداوند عالم نے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث کیا تا کہ لوگوں کی مدد کریں اور ان کو دائمی سعادت تک پہنچادیں، اور ابدی بدبختی سے نجات دیں. خداوند عالم نے بھی قرآن مجید میں اس مقصد کی طرف اشارہ کیا ہے:

﴿هُوَ الَّذِی بَعَثَ فِی الْاُمِّیِّیْنَ رَسُوْلًا مِنْهُمْ یَتْلُو عَلَیْهِمْ آیَاتِهِ وَیُزَکِّیهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ وَاِنْ کَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِی ضَلَالٍ مُبِیْنٍ﴾(۱)

''اس خدا نے مکہ والوں میں ایک رسول بھیجا جو انھیں میں سے تھا تا کہ

(۱)سورہ جمعہ، آیت ۲.

ان کے سامنے آیات کی تلاوت کرے اور ان کے نفوس کو پاکیزہ بنائے اور انھیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے اگرچہ یہ لوگ بڑی کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا تھے''۔

آج کی دنیا کے حالات نے اس نکتہ کو بالکل واضح کردیا ہے. واقعاً بے ہودہ بہانوں کے ذریعہ کتنے مظلوموں کا خون بہادیا جاتا ہے اور کتنا مال اور دولت دیوانہ پن میں غارت کردی جاتی ہے...!

☆☆☆☆☆

حدیث نمبر ۳۵:

درخواست حاجت کی کیفیت

﴿مَنْ كَانَتْ لَهُ إِلَى اللهِ حَاجَةٌ فَلْيَغْتَسِلْ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ بَعْدَ نِصْفِ اللَّيْلِ وَ يَأْتِي مُصَلَّاهُ﴾(۱)

''جو شخص خداوند عالم کی بارگاہ میں کوئی حاجت رکھتا ہے تو اسے چاہئے کہ شب جمعہ آدھی رات کے بعد غسل کرے، اور خدا سے مناجات کے لئے اپنی جانماز پر گریہ وزاری کرے''۔

شرح

ابو عبد اللہ حسین بن محمد بزروفی کہتے ہیں: امام زمانہ علیہ السلام کی طرف سے ایک توقیع پہنچی جس میں لکھا ہوا تھا:

''جو شخص خداوند عالم کی بارگاہ میں کوئی حاجت رکھتا ہو تو اس کو چاہئے کہ شب جمعہ آدھی رات کے بعد غسل کرے اور اپنی جانماز پر آئے،

(۱) مصباح، کفعمی، ص ۳۹۶.

دو رکعت نماز پڑھے اور جب ﴿ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ﴾ پر پہنچے تو اس کو سو مرتبہ پڑھے اور پھر سورہ حمد کو تمام کرے، اس کے بعد سورہ توحید کو ایک مرتبہ پڑھے، پھر رکوع وسجدہ بجالائے اور رکوع وسجود کے ذکر کو سات مرتبہ پڑھے۔ اور پھر دوسری رکعت بھی اسی طرح پڑھے، اور نماز کے بعد [یہ] دعا پڑھے (جس کو کفعمی علیہ الرحمہ نے باب ۳۶ کے شروع میں بیان کیا ہے) اور دعا کے بعد سجدہ میں جائے اور خدا کی بارگاہ میں گریہ وزاری کرے اور پھر اپنی حاجت طلب کرے۔ کوئی مرد وعورت ایسا عمل انجام دے اور خلوص دل سے دعا کرے تو اس کے لئے باب اجابت کھل جائیں گے اور اس کی حاجت کچھ بھی ہو پوری ہو جائے گی، مگر یہ کہ اس کی حاجت قطع تعلق کے لئے ہو"۔

اس حدیث سے چند نکات معلوم ہوتے ہیں:

۱۔ بغیر مقدمہ کے خدا سے حاجت کی درخواست نہیں کرنی چاہئے؛ کیونکہ ممکن ہے کہ انسان کے اندر کچھ موانع پائے جاتے ہوں جن کی وجہ سے انسان کی دعا باب اجابت سے نہ ٹکرائے، جن میں سے ایک مانع گناہ ہے۔

۲۔ دعا اور مغفرت کے لئے صرف استغفار کافی نہیں ہے، بلکہ توحید کا اقرار اس کے مراتب کے ساتھ ساتھ اور تسبیح وذکر خدا بھی اس سلسلہ میں موثر ہیں۔

۳۔ دعا کے قبول ہونے کے لئے جگہ اور وقت بھی موثر ہیں؛ لہٰذا امام زمانہ علیہ السلام نے حکم دیا ہے کہ حاجت مند شخص شب جمعہ جو پورے ہفتہ میں بہترین شب ہے اور وہ بھی آدھی رات جو شب و روز میں بہترین وقت ہے، ہمیشہ نماز پڑھنے کی جگہ [جانماز] جو مومن کے لئے بہترین جگہ ہے، قرار پائے اور نماز کے بعد اپنی حاجتوں کو خدا سے طلب کرے۔

☆☆☆☆☆

maablib.org

حدیث نمبر ۳۶:

سرانجام بخیر ہونا

﴿أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الْعَمىٰ بَعْدَ الْجَلاءِ، وَ مِنَ الضَّلالَةِ بَعْدَ الْهُدىٰ، وَ مِنْ مُوبِقاتِ الْأَعْمالِ وَ مُرْدِياتِ الْفِتَنِ﴾(۱)

''بینائی کے بعد نابینائی سے، ہدایت کے بعد گمراہی سے اور خطرناک بلاؤں نیز فتنہ وفساد سے خدا کی پناہ طلب کرتا ہوں''۔

شرح

یہ تحریر، امام زمانہ علیہ السلام کی اس توقیع کا ایک حصہ ہے جس کو آپ نے اپنے پہلے اور دوسرے نائب عثمان بن سعید عمری اور ان کے فرزند محمد کے لئے تحریر کی ہے. امام زمانہ علیہ السلام غیبت کے سلسلہ میں چند چیزوں کی سفارش کرنے کے بعد اور اس سلسلہ میں شیعوں کے دل ثابت قدم رہنے کی تاکید کے بعد چند چیزوں میں خدا

(۱) کمال الدین، ج۲، ص۵۱۱، ح۴۲، الخرائج والجرائح، ج۳، ص۱۱۱۰، بحار الانوار، ج۵۳، ص۱۹۰تا۱۹۱، ح۱۹.

کی پناہ طلب کرتے ہیں جن میں سے ہر ایک ہمارے لئے ایک عظیم درس ہے:

۱۔ امام زمانہ علیہ السلام ہدایت کے بعد گمراہی سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں؛ کیونکہ اگر کسی شخص کی ہدایت ہو جائے اور وہ حق و حقیقت کو سمجھ لے، لیکن ایک مدت بعد اس سے منحرف ہو جائے تو اس پر حجت تمام ہے، اور ایسا شخص یقینی طور پر تلافی نہ ہونے والے گھاٹے میں مبتلا ہو جائے گا. ایسے شخص نے مستحکم سعادت کو معرفت کے بعد چھوڑ دیا ہے اور اپنے لئے ابدی عذاب کو خرید لیا ہے۔

۲۔ اسی طرح امام علیہ السلام ان بُرے اعمال سے پناہ مانگتے ہیں جو انسان کو ہلاکت و نابودی میں مبتلا کر دیتے ہیں؛ کیونکہ انسان کے لئے ہمیشہ اپنے ایمان سے ہاتھ دھونے کا خطرہ پایا جاتا ہے. ہوا و ہوس اور شیطانی وسوسے انسان کے مرنے تک ساتھ نہیں چھوڑتے. لہٰذا [حدیث کے] اس حصہ سے ایمان کی اہمیت اور مشکلات کو سمجھا جا سکتا ہے۔

۳۔ امام علیہ السلام ان خطرناک اور ہلاک کنندہ فتنوں سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں جن سے انسان، عزت کی بلندی سے قعر ذلت میں پہنچ جاتا ہے. قرآنی حکم کے مطابق انسان ہمیشہ امتحان کی منزل میں ہے. جیسا کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

﴿أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ☆ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ...﴾(۱)

---

(۱) سورہ عنکبوت، آیت ۲ تا ۳.

"کیا لوگوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ وہ صرف اس بات پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ وہ یہ کہہ دیں کہ ہم ایمان لے آئے اور ان کا امتحان نہیں ہوگا۔ بے شک ہم نے اس سے پہلے والوں کا بھی امتحان لیا ہے..."۔

یہ امتحانات مختلف قسم کے ہوتے ہیں اور ان میں سے کوئی ہلکا اور کوئی بھاری قسم کا ہوتا ہے. کبھی یہ امتحان انسان کے جان و مال کا ہوتا ہے اور کبھی یہ امتحان دین کے سلسلہ میں ہوتا ہے... لہذا ان تمام امتحانات میں چاہے وہ چھوٹے ہوں یا بڑے سب میں خدا پر بھروسہ کرنا چاہئے اور ان امتحانات میں خداوند عالم کی ذات سے کامیابی طلب کرنی چاہئے۔

☆☆☆☆☆

maablib.org

حدیث نمبر ۳۷:

باطل پر حق کی پیروزی

﴿أَبَى اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لِلْحَقِّ إِلَّا إِتْمَاماً، وَلِلْبَاطِلِ إِلَّا زُهُوقاً﴾(۱)

"خداوند عالم کا یقینی ارادہ یہ ہے کہ (عنقریب یا تاخیر سے) حق کا سر انجام کامیابی، اور باطل کا سر انجام نابودی ہو"۔

شرح

یہ تحریر، امام زمانہ علیہ السلام کے اس جواب کا حصہ ہے جس کو آپ نے احمد بن اسحاق اشعری قمی کے نام لکھی ہے. اس خط میں امام علیہ السلام نے (اپنے چچا) جعفر کے دعوے کو ردّ کرتے ہوئے اپنے کو امام حسن عسکری علیہ السلام کا وصی قرار دیا اور اپنے پدر بزرگوار کے بعد امام کے عنوان سے اپنا تعارف کرایا ہے؛ پھر امام اس نکتہ کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ سنت الٰہی یہ ہے کہ حق وحقیقت کی مدد کرے اور اس کو بلند وبالا مقام تک پہنچائے، اگرچہ ہمیشہ حق وحقیقت کا مقابلہ ہوتا رہا ہے؛ دوسری طرف

---

(۱) الغیبۃ طوسی، ص ۲۸۷، ح ۲۴۶، احتجاج، ج ۲، ص ۲۷۹، بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۱۹۳، ح ۲۱.

سنت الٰہی یہ ہے کہ باطل (اگر چہ ایک طولانی مدت تک اس کا بول بالا ہو لیکن) نابود ہو کر رہے گا، اور صرف اس کے نام کے علاوہ کچھ باقی نہ بچے گا، فرعون وغیرہ جیسے افراد کا اسرانجام اس بات کو بالکل واضح کر دیتا ہے؛ لہٰذا ہمیں چاہئے کہ ہمیشہ حق و حقیقت کی تلاش میں رہیں اور اس راہ میں موجود مشکلات اور پریشانیوں سے نہ گھبرائیں، اور کبھی بھی باطل کے فریب دینے والے ظاہر سے دل نہ لگائیں؛ کیونکہ حق ہمیشہ کامیاب ہے اور باطل نابود ہوتا ہے۔

☆☆☆☆☆

maablib.org

حدیث نمبر ۳۸:

سنت پر عمل کرنا مودت کی بنیاد ہے

﴿اِجْعَلُوا قَصْدَكُمْ اِلَيْنَا بِالْمَوَدَّةِ عَلَى السُّنَّةِ الْوَاضِحَةِ، فَقَدْ نَصَحْتُ لَكُمْ، وَ اللّٰهُ شَاهِدٌ عَلَيَّ وَ عَلَيْكُمْ﴾(۱)

''ہم (اہل بیت عصمت وطہارت) سے اپنی محبت و دوستی کا مقصد احکام الٰہی کا نفاذ اور سنت پر عمل کی بنیاد قرار دو؛ بے شک ہم نے ضروری سفارشوں اور لازم موعظوں کو انجام دیا ہے، خداوند عالم ہم اور تم سب پر گواہ ہے''۔

شرح

ابن ابی غانم قزوینی اور شیعوں کی ایک جماعت کے درمیان امام حسن عسکری علیہ السلام کی جانشینی پر اختلاف ہوا، ابن ابی غانم کا عقیدہ یہ تھا کہ امام عسکری علیہ

(۱) الغیبۃ، طوسی، ص ۲۸۶، ح ۲۴۵؛ احتجاج، ج ۲، ص ۲۷۹؛ بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۱۷۹، ح ۹۔

السلام نے اپنی وفات تک کسی کو اپنا جانشین معین نہیں کیا، لیکن شیعوں کی جماعت اس کی مخالفت کر رہی تھی اور وہ لوگ اس بات کے قائل تھے کہ امام حسن عسکری علیہ السلام نے اپنا جانشین معین کیا ہے؛ لہٰذا امام زمانہ علیہ السلام کی خدمت میں ایک خط لکھا گیا اور اس موضوع کو آپ کے سامنے پیش کیا۔ امام علیہ السلام نے اپنے دست مبارک سے ایک خط لکھا جس میں مذکورہ حدیث بھی ہے۔

امام زمانہ علیہ السلام نے اس خط میں تقویٰ و پرہیزگاری کا حکم کرنے کے بعد فرمایا:

''ہمارے سامنے تسلیم رہو، اور جس چیز کے بارے میں نہیں جانتے اس کو ہماری طرف پلٹا دو [یا ہم سے سوال کرو] کیونکہ ہم پر حقیقت حال بیان کرنا لازم ہے...دائیں بائیں گمراہ نہ ہو، ہماری نسبت محبت و دوستی اور ہمارے احکام کی اطاعت میں ثابت قدم رہو کہ یہی شریعت محمدی ہے''۔

اس حدیث سے یہ بات اچھی طرح معلوم ہو جاتی ہے کہ صرف محبت کا دعویٰ کرنا کافی نہیں ہے، بلکہ حقیقی محبت کرنے والا انسان وہ ہے جو اپنے محبوب کے حکم کو عملی جامہ پہنائے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

''مذاہب، تم کو دور نہ کر دیں، خدا کی قسم! ہمارا شیعہ وہ ہے جو

خداوند عالم کی اطاعت کرے"۔(۱)

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"ہمارے شیعہ، اہل تقویٰ، کوشش کرنے والے، اہل وفا اور امانت دار، زاہد، عابد اور دن رات میں ۵۱ رکعت نماز پڑھنے والے ہیں، راتوں کو [عبادت کے لئے] بیدار رہتے ہیں اور دن میں روزہ رکھتے ہیں؛ اپنے مال کی زکوٰۃ دیتے ہیں، خانہ خدا کا حج کرتے ہیں، اور ہر حرام کام سے پرہیز کرتے ہیں"۔(۲)

اسی طرح حضرت امام صادق علیہ السلام نے ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

"جو شخص اپنی زبان سے کہے کہ میں شیعہ ہوں، لیکن وہ میدان عمل میں ہماری مخالفت کرتا ہو، تو وہ شخص ہمارا شیعہ نہیں ہے. ہمارے شیعہ وہ ہیں جو دل و جان سے ہمارے موافق ہیں اور ہمارے آثار و اعمال کو اپنے لئے نمونہ قرار دیتے ہوئے ہماری پیروی کرتے ہیں"۔(۳)

☆☆☆☆☆

---

(۱) کافی، ج۲، ص۷۳، ح۱، وسائل الشیعہ، ج۱۵، ص۲۳۳، ح۲۰۳۶۰.

(۲) بحار الانوار، ج۶۵، ص۱۶۷، ح۲۳، وسائل الشیعہ، ج۴، ص۵۷، ح۴۴۹۸.

(۳) بحار الانوار، ج۶۵، ص۱۶۴، ح۱۳، وسائل الشیعہ، ج۱۵، ص۲۴۷، ح۲۰۴۰۹.

حدیث نمبر ۳۹:

وقف کا حکم

﴿وَ أَمَّا مَا سَأَلْتَ عَنْهُ مِنْ أَمْرِ الْوَقْفِ عَلَىٰ نَاحِيَتِنَا وَ مَا يَجْعَلُ لَنَا ثُمَّ يَحْتَاجُ إِلَيْهِ صَاحِبُهُ، فَكُلُّ مَا لَمْ يُسَلَّمْ فَصَاحِبُهُ فِيهِ بِالْخِيَارِ، وَ كُلُّ مَا سُلِّمَ فَلَا خِيَارَ فِيهِ لِصَاحِبِهِ، إِحْتَاجَ إِلَيْهِ صَاحِبُهُ أَوْ لَمْ يَحْتَجْ﴾(۱)

"تم نے ہم سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا جس نے کسی چیز کو ہمارے لئے وقف کر دیا ہو لیکن بعد میں وہ خود اس چیز کا محتاج ہو گیا ہو؟ ایسے شخص کا حکم یہ ہے کہ اگر اس نے جو چیز ہمارے لئے وقف کی ہے لیکن ابھی تک اس کو دیا نہیں ہے، تو وہ مختار ہے اور وقف سے صرف نظر کر سکتا ہے؛ لیکن اگر اس کو دے دیا ہے تو اس کا وقف قطعی

(۱) کمال الدین، ج ۲، ص ۵۲۰، ح ۴۹، بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۱۸۲، ح ۱۱۔

ہو چکا ہے، جس کے بعد وہ اس کو واپس نہیں لے سکتا ہے، چاہے وہ اس کا محتاج ہو یا نہ ہو"۔

شرح

یہ کلام امام زمانہ علیہ السلام کی اس توقیع کا ایک حصہ ہے جس کو ابو الحسن محمد بن جعفر اسدی کے سوالوں کے جواب میں رقم کیا ہے۔

وقف کا حکم دیگر معاملات سے مختلف ہے. اگر کوئی شخص کسی چیز کو فروخت کر دے، اور اس کی قیمت خریدار سے لے لے، لیکن بعد میں پشیمان ہو جائے اور معاملہ نہ کرنا چاہے تو وہ قیمت کو واپس لے کر معاملہ ختم کر سکتا ہے؛ لیکن وقف کا حکم ایسا نہیں ہے. جب کوئی چیز وقف ہو جائے اور واقف اس چیز کو موقوف علیہ (یعنی جن لوگوں کے لئے وہ چیز وقف کی گئی ہے) کو نہ دے تو اس وقف سے صرف نظر کر سکتا ہے، اور اپنے مال کو اپنی ملکیت میں واپس لے سکتا ہے، لیکن اگر موقوفہ مال موقوف علیہ کے ہاتھوں میں پہنچ گیا ہے تو وہ وقف یقینی اور نافذ ہو جاتا ہے اور واقف اس مال کو واپس نہیں لے سکتا۔

اس حکم میں کوئی فرق نہیں ہے کہ موقوف علیہ کون ہے؟ امام معصوم ہو یا عام آدمی؛ اسی طرح یہ بھی کوئی فرق نہیں ہے کہ وقف شدہ مال کم ہو یا زیادہ۔

☆☆☆☆☆

حدیث نمبر ۴۰:

حُسن عاقبت

﴿وَالْعَاقِبَةُ بِجَمِيلِ صُنْعِ اللهِ سُبْحَانَهُ تَكُونُ حَمِيدَةً لَهُمْ مَا اجْتَنَبُوا الْمَنْهِيَّ عَنْهُ مِنَ الذُّنُوبِ﴾(۱)

"جب تک ہمارے شیعہ گناہوں سے دور رہیں اس وقت تک خداوندعالم کے لطف وکرم سے سرانجام بخیر ہوگا"۔

شرح

یہ حدیث اس خط کا ایک حصہ ہے، جس کو امام زمانہ علیہ السلام نے شیخ مفید علیہ الرحمہ کے نام لکھی تھی. امام علیہ السلام نے اس حدیث میں ایک اہم نکتہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اگر ہمارے شیعہ حُسن عاقبت اور نیک سرانجام چاہتے ہیں تو اس کا سبب خداوندعالم کا خاص لطف اور اس کی توجہ ہے، لہٰذا جن گناہوں کو خداوندعالم نے

(۱) احتجاج، ج ۲، ص ۳۲۵، بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۱۷۷، ح ۸.

حرام قرار دیا ہے ان سے پرہیز کیا جائے؛ کیونکہ ہر عمل کی مخصوص تاثیر ہوتی ہے، ہمارا نفس ہمارے کاموں اور ہماری باتوں یہاں تک کہ ہماری سوچ کے مطابق بنتا اور سنورتا ہے. جو لوگ گناہ کرنے سے نہیں ڈرتے (چاہے گناہ کم ہوں یا زیادہ، چھوٹا گناہ ہو یا بڑا) تو ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ انھوں نے اپنی حقیقت کو سیاہ کر ڈالا ہے، اور ان کے لئے نور و پاکیزگی کا کوئی مقام نہیں ہے. گناہ ایک ایسی آگ ہے جو تمام نیک کاموں کے ثواب کو ختم کر ڈالتی ہے. انسان برسوں کوشش کرتا ہے اور نیک کام انجام دے کر ثواب حاصل کرتا ہے، لیکن ایک گناہ کے ذریعہ اپنی تمام زحمتوں پر پانی پھیر دیتا ہے؛ اسی وجہ سے امام زمانہ علیہ السلام نے اس حدیث میں گناہ کے خطرہ سے آگاہ کیا ہے۔

الحمد لله رب العالمین.

رَبَّنا تَقَبَّل مِنّا اِنَّکَ اَنتَ السَّمِیعُ العَلِیم.

اقل العباد: اقبال حیدر حیدری

شب ۱۵ رشعبان ۱۴۲۷ھ مطابق ۹ ر تمبر ۲۰۰۶ء

maablib.org

فهرست منابع

۱. قرآن مجید

۲. اختیار معرفة الرجال، (رجال کشّی) محمد بن حسن طوسی، مؤسسة آل البیت (علیهم السلام) لاحیاء التراث، ۱۴۰۴ قمری، قم.

۳. إعلام الوری بأعلام الهدی، فضل بن حسن طبرسی، مؤسسة آل البیت (علیهم السلام) لاحیاء التراث، ۱۴۱۷ قمری، قم.

۴. الاحتجاج؛ احمد بن علی طبرسی، دار النعمان.

۵. الارشاد فی معرفة حجج الله علی العباد؛ شیخ مفید، کنگره شیخ مفید، ۱۴۱۳ قمری، قم.

۶. الاستبصار؛ محمد بن حسن طوسی، دار الکتب الاسلامیة، ۱۳۶۳ شمسی، تهران.

۷. البرهان فی تفسیر القرآن، سید هاشم بحرانی، بنیاد بعثت، ۱۴۱۵ قمری، تهران.

۸. البلد الأمین؛ ابراهیم بن علی کفعمی.

۹. الخرائج و الجرائح؛ قطب الدین راوندی؛ موسسة الامام المهدی (عج)، قم.

۱۰. الصحیفة السجادیة؛ امام سجاد علیه السلام، دفتر نشر الهادی، ۱۳۷۶ شمسی، قم.

۱۱. الغیبة؛ محمد بن حسن طوسی، مؤسسة المعارف الاسلامیه، ۱۴۱۱ قمری، قم.

۱۲. المستدرک علی الصحیحین، حاکم نیشابوری، دار المعرفة، ۱۴۰۶ قمری، بیروت، لبنان.

۱۳. المصباح؛ ابراهیم بن علی کفعمی، انتشارات رضی، ۱۴۰۵ قمری، قم.

۱۴. الهدایة الکبری؛ حسن بن حمدان خصیبیؒ، مؤسسة البلاغ، ۱۴۱۱ قمری، بیروت، لبنان.

۱۵. بحار الانوار؛ علامه محمد باقر مجلسیؒ، مؤسسة الوفا، ۱۴۰۳ قمری، بیروت، لبنان.

۱۶. بصائر الدرجات الکبری؛ محمد بن الحسن الصفارؒ، مؤسسه اعلمی، ۱۳۶۲ شمسی، تهران.

۱۷. تحف العقول عن آل الرسول (ص)؛ ابن شعبه حرانی، جامعه مدرسین، ۱۴۰۳ قمری، قم.

۱۸. تفسیر قمی؛ علی بن ابراهیم قمیؒ، مؤسسه دار الکتاب، ۱۴۰۴ قمری، قم.

۱۹. تفصیل وسائل الشیعة؛ شیخ حرّ عاملیؒ، مؤسسه آل البیت علیهم السلام لاحیاء التراث، ۱۴۱۴ قمری، قم.

۲۰. تهذیب الاحکام؛ محمد بن حسن طوسیؒ، دار الکتب الاسلامیة، ۱۳۶۵ شمسی، تهران.

۲۱. دلائل الامامة، محمد جریر طبریؒ، مؤسسه بعثت، ۱۴۱۳ قمری، قم.

۲۲. کافی؛ محمد بن یعقوب کلینیؒ، دار الکتب الاسلامیه، ۱۳۸۸ قمری، تهران.

۲۳. کشف الغمة فی معرفة الأئمة؛ علی بن عیسیٰ بن ابی الفتح اربلیؒ، دار الاضواء، ۱۴۰۵ قمری، بیروت، لبنان.

۲۴. کمال الدین و تمام النعمة؛ شیخ صدوقؒ، جامعه مدرسین، ۱۴۰۵ قمری، قم.

۲۵. مدینة المعاجز؛ سید هاشم بحرانی، مؤسسة المعارف الاسلامیة، ۱۴۱۶ قمری، قم.

۲۶. من لا یحضرة الفقیه، شیخ صدوق، جامعه مدرسین، ۱۴۰۴ قمری، قم.

۲۷. مهج الدعوات؛ سید ابن طاووسؒ، انتشارات دار الذخائر، ۱۴۱۱ قمری، قم.

۲۸. نهج البلاغه سید رضی، تحقیق شیخ محمد عبده، دار المعرفة، بیروت، لبنان.

☆☆☆☆

MAAB 1431
maablib.org

عجل على ظهورك

انصاریان پبلیکیشنز
پوسٹ بکس نمبر ۱۸۷
قم جمہوری اسلامی ایران
فون نمبر ۷۷۴۱۷۴۴ فیکس نمبر ۰۰۹۸-۲۵۱-۷۷۴۲۶۴۷
Email: ansarian@noornet.net
www.ansariyan.org&www.ansariyan.net

ISBN 964-438-888-7
9789644388880